تنظیم اسلامی کا ترجمان

48

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

19 تا 25 ربیع الثانی 1441ھ / 17 تا 23 دسمبر 2019ء

ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو

اپنی جان‘ مال‘ تن‘ من‘ دھن‘ اولاد‘ غرض ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ ویسے تو دُنیوی انقلابات میں بھی لوگوں نے یہ سب کام کیے ہیں۔ کمیونسٹ انقلاب نہیں آ سکتا تھا جب تک کہ لوگ جانیں نہ دیتے اور لوگوں نے ساری سختیاں نہ جھیلی ہوتیں۔ لیکن مسلمان کے لیے اپنی جان اللہ کی راہ میں پیش کرنا اتنا آسان ہے کہ دوسروں کو اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس کا ایمان آخرت پر ہے اور اُس کے نزدیک اصل زندگی آخرت کی ہے۔ لہٰذا وہ اگر اپنا سب کچھ اللہ کی خاطر لگا دے‘ کھپا دے تو اسے گھاٹا کس اعتبار سے ہے؟ وہ تو سوچتا ہے کہ مجھے آخرت میں اس کا کئی گنا مل جائے گا‘ سات سو گنا مل جائے گا‘ ہزار گنا مل جائے گا‘ تو اس معاملے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ آدمی کو آخرت پر جتنا یقین ہوگا اتنا ہی آدمی اپنے آپ کو invest کر دے گا۔ میں اپنی جمع پونجی بینک میں بچا کر رکھوں تو مجھ سے زیادہ پاگل کون ہوگا؟ یہ مجھے زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ فیصد منافع دے دیں گے‘ لیکن اللہ کا بینک کھلا ہوا ہے جو سات سو گنا دیتا ہے۔ تو یہاں بچا بچا کر رکھنا یقیناً بے وقوفی ہے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: زمین پر جمع نہ کرو‘ یہاں کیڑا بھی خراب کرتا رہتا ہے‘ چوری بھی ہوتی ہے‘ ڈاکہ بھی پڑتا ہے۔ آسمان پر جمع کرو‘ جہاں نہ کیڑا خراب کر سکے‘ جہاں چوری نہیں‘ ڈاکہ نہیں‘ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں جہاں تمہارا مال ہوگا وہیں تمہارا دل بھی ہوگا“۔ تم نے مال اگر یہاں جمع کیا تو دل یہیں اٹکا رہے گا۔ جب فرشتے جان نکالنے کے لیے آئیں گے تو سوائے حسرت وافسوس کے کچھ نہ کر سکو گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے ایسے جان نکالیں گے جیسے گرم سلاخ کے اوپر سے کباب کھینچا جاتا ہے۔ اگر آپ کی جمع پونجی اللہ کے بینک میں جمع ہے تو آپ کا دل بھی وہیں اٹکا ہوگا۔ فرشتہ آئے گا تو آپ کے لبوں پر مسکراہٹ ہوگی۔

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست!

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

دو قومی نظریہ کی حقانیت

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

طلبہ تحریک: پس پردہ حقائق

ہر قدم دست و گریباں

سچ کی گواہی

ریاستِ مدینہ میں نظامِ کفالت

الہدیٰ (881)

ڈاکٹر اسرار احمد

حقیقی معبود فقط اللہ ہے

سُوْرَۃُ الْحَجّ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات: 61 تا 64

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۝ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۝ۧ

آیت ۶۱ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ’’اور یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے‘‘

یعنی اس کائنات کا پورا نظام عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ رات دن کا یہ الٹ پھیر اس نظام کے اندر موجود اعتدال وتوازن کی ایک مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائناتی اور آفاقی نظام کو ٹھیک ٹھیک چلانے کا اہتمام کر رکھا ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۝۶۱﴾ ’’اور یہ کہ اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘

آیت ۶۲ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ’’یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے۔‘‘

اللہ کی ذات برحق ہے، جس کا حق ہونا قطعی اور یقینی ہے۔

﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝۶۲﴾ ’’اور یہ کہ جس کو یہ لوگ پکارتے ہیں اُس کے سوا وہ سب باطل ہے‘ اور یہ کہ یقیناً اللہ ہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے۔‘‘

آیت ۶۳ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ﴾ ’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔‘‘

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۝۶۳﴾ ’’یقیناً اللہ باریک بین اور بہت باخبر ہے۔‘‘

یہاں پر ’’لطیف‘‘ کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیریں کرنے والا ہے۔

آیت ۶۴ ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ﴾ ’’اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔‘‘

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۝۶۴﴾ ’’اور یقیناً اللہ بے نیاز‘ اپنی ذات میں خود حمید ہے۔‘‘

اسے کوئی احتیاج نہیں‘ وہ ستودہ صفات ہے‘ اپنی ذات میں خود محمود ہے‘ اسے کسی حمد کی ضرورت نہیں۔

فرمان نبویؐ

دولت کی افراط کا خطرہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ)) (مشکوٰۃ)

عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں تم پر فقرو ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسے کہ انہوں نے اِس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اُس نے اُن اگلوں کو برباد کیا۔‘‘

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض اگلی قوموں اور امتوں کی یہ تاریخ تھی کہ جب اُن کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی، تو دنیا پرستی نے اُن کو تباہ وبرباد کر دیا۔ آنحضرتؐ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا۔ اس حدیث میں آپؐ نے از راہِ شفقت اُمت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

دو قومی نظریہ کی حقانیت

مودی حکومت نے 10، 11 دسمبر 2019ء کو شہریت ایکٹ 1955ء میں جو ترمیمی بل بالترتیب ایوان زیریں اور بالا سے منظور کرایا ہے، اُس کے درج ذیل حصے کا قارئین مطالعہ کریں تا کہ ہمارا تبصرہ اُنھیں صحیح طور پر سمجھ آ سکے:

"Provided that any person belonging to Hindu, Sikh, Buddhist, Jain, Parsi or Christian community from Afghanistan, Bangladesh or Pakistan, who entered into India on or before the 31st day of December, 2014 and who has been exempted by the Central Government by or under clause (c) of sub-section (2) of section 3 of the Passport (Entry into India) Act, 1920 or from the application of the provisions of the Foreigners Act, 1946 or any rule or order made thereunder, shall not be treated as illegal migrant for the purposes of this Act;".

(ترجمہ) ''اس صورتِ حال میں کہ اگر کوئی شخص ہندو، سکھ، بدھ، جین مت، پارسی اور عیسائی کمیونٹی سے تعلق رکھتا ہو اور وہ افغانستان، بنگلہ دیش یا پاکستان سے بھارت میں داخل ہوا ہو۔ 31 دسمبر 2014ء کو یا اُس سے پہلے اور بھارتی حکومت کی طرف سے جسے استثنیٰ حاصل ہو سیکشن (3) کے سب سیکشن (2) کی شق (C) کے پاسپورٹ ایکٹ 1920ء کے مطابق یا غیر ملکی ایکٹ 1946ء کے تحت اور اسی طرح کسی قانون کے تحت، وہ غیر قانونی مہاجر نہیں کہلائے گا۔''

اس تاریخی شاہکار کو انگریزی میں کہتے ہیں 'Flip The Narrative on Its Head' اُردو میں کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری اور پنجابی میں کہتے ہیں نالے چور نالے چتر۔ بل کا مطالعہ کرنے کے بعد عقل یہ تسلیم کرنے سے عاری ہے کہ آج کے دور میں بھی صرف مذہب کی بنیاد پر یوں اپنے شہریوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے لفظ مسلمان محرر کی غلطی سے درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ ایک انتہائی منفی فعل کو مثبت طریقے سے پیش کرنے کی بھونڈی کوشش کی گئی ہے۔ بل کی بنیادی بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا ممالک کے صرف مسلمانوں کو غیر قانونی مہاجر قرار دیا جائے گا جبکہ اس بات کو اُلٹ پھیر کر کہا گیا۔ درحقیقت یہ Exclusionist Law ہے۔ یہ امتیازی قانون سازی ہے۔ یہ وہ کام ہے جسے امریکہ اور یورپ کی نام نہاد مہذب دنیا انتہائی نفرت انگیز اور قابل مذمت اور قبیح فعل قرار دیتی ہیں مگر اِس بل کی مذمت میں اِس مہذب دنیا سے اب تک ایک آواز نہیں اُٹھ رہی۔ کسی نے اِسے انتہا پسندی قرار نہیں دیا۔ اس لیے کہ اس نام نہاد مہذب دنیا نے مشترکہ طور پر مسلمان کو ٹارگٹ کیا ہوا ہے جس طرح اگر کوئی مسلمان

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
19 تا 25 ربیع الثانی 1441ھ جلد 28
17 تا 23 دسمبر 2019ء شمارہ 48
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ظلم وستم سے تنگ آ کر ہتھیار اُٹھا لے اور کچھ لوگوں کو قتل کر دے تو وہ دہشت گرد ہے (ہم خود بھی اس کی مذمت کرتے ہیں اور اسے غیر اسلامی فعل کہتے ہیں) اور اگر کوئی غیر مسلم خاص طور پر گورا اسلحہ اُٹھا کر درجنوں بے گناہوں کا قتل عام کر دے تو وہ دہشت گرد نہیں نفسیاتی مریض ہے۔ اُسے پُرسکون ماحول میں علاج کی ضرورت ہے۔ بالکل یہی معاملہ قانون سازی کے حوالے سے بھی ہے۔ پاکستان کے آئین میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا موت ہے (اگرچہ آج تک یہ سزا کسی کو عملاً دی نہیں گئی) اس قانون کے حوالے سے اس نام نہاد مہذب دنیا کو سخت تکلیف ہے وہ سخت مضطرب ہیں اور کوشاں ہیں کہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر اِس آئینی شق کو ختم کرایا جائے لیکن بھارت نے مسلمانوں کے سوا تمام مذاہب سے منسلک لوگوں کو ایک خصوصی رعایت دی۔ اِس استثنائی قانون پر زبانیں بند ہیں کیونکہ متاثرین مسلمان ہیں۔ پھر بھی یہ مہذب دنیا خود کو سیکولر کہنے پر اصرار کر رہی ہے۔ دعویٰ ہے کہ سیکولر ریاست میں قانون کسی کو مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ شہری ہونے کی بنیاد پر ڈیل کرتا ہے اور قانون کی نظر میں بلا امتیاز مذہب ونسل سب ایک ہیں۔

ہم پہلے بھی امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے ابلیسی اتحاد کا ذکر ان سطور میں بارہا کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت اور اسرائیل (Rouge) یعنی بدمعاش ریاستوں کی حیثیت سے میدان عمل میں ہیں اور امریکہ اُن کی سرپرستی کرتا ہے اور اُنھیں سیاسی، معاشی اور عسکری شیلٹر فراہم کرتا ہے۔ قارئین کرام غور کریں تو اُنھیں اسرائیل اور بھارت کی مسلم دشمنی کے حوالے سے اقدامات میں اتنی مشابہت نظر آتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ممالک مسلمانوں کے خلاف مشترکہ پلاننگ کرتے ہیں۔ دونوں کی سوچ اور فکر ایک ہے سٹریٹیجی ایک ہے۔ ظلم وستم ڈھانے کا طریقہ ایک ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کو انٹیلی جنس سپورٹ بھی فراہم کرتے ہیں۔ اسرائیل Jewish Nation State Law لاگو کر کے اسرائیل کو خالصتاً یہودی ریاست قرار دیتا ہے۔ غیر یہودی اسرائیلی شہری نہیں ہوگا اور دنیا بھر میں کہیں بھی یہودی ہوگا تو وہ اسرائیلی شہری حقوق کا حق دار ہوگا۔ اسرائیل دنیا بھر سے یہودی کو ترغیب دے کر اسرائیل لا رہا ہے اور فلسطینیوں کو بے گھر کر کے یہودیوں کی آباد کاری کر رہا ہے۔ یہی کچھ بھارت نے بھی کشمیر میں کیا۔ 370 اور A-35 کو آئین سے کھرچ کر وہ مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کی آباد کاری کا راستہ صاف کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں آسام کے مسلمانوں کو بھارتی شہریت سے نکال باہر کیا اور اب اِس کالے قانون کے تحت پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے آ کر بھارت میں آباد ہونے والے مسلمانوں کی شہریت ختم کر رہا ہے۔ آج دنیا اِس کی مزاحمت کیا مذمت بھی نہیں کر رہی۔ یاد رہے سقوط ڈھاکہ کے موقع پر اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے مودی سرکار نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال سے نکال کر گنگا جمنا کے پاک پانی سے دھو کر پوتر کر دیا ہے اور خوبصورت فریم میں ریاست بھارت کے سر پر ٹانک دیا ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ اب تو بھارت کے اندر سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ مودی سرکار نے ثابت کیا ہے کہ جناح کا یہ کہنا سچ تھا کہ برصغیر میں دو قومیں بستی ہیں، ایک مسلم اور دوسرے غیر مسلم اور گاندھی کا فلسفہ جھوٹ پر مبنی تھا کہ برصغیر میں رہنے والے سب ایک قوم ہیں لہٰذا برصغیر کی تقسیم کا کوئی جواز نہیں۔ گویا جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ پاکستان میں سیکولرازم کے علمبرداروں کو کب سمجھ آئے گی کہ سیکولرازم فراڈ ہے۔ وہ کب جانیں گے کہ بھارت کا ہندو ہی نہیں یورپ کا عیسائی اور اسرائیل کا یہودی زبان سے جو چاہے کہے عملی طور پر وہ بھی سب کچھ مذہب کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ کیسی عجب بات ہے کہ وہ پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا تھا عملاً اسلام سے دور ہوتا جا رہا ہے اور سیکولرازم کی طرف بڑھ رہا ہے اور جو بھارت سیکولرازم کا علمبردار اور دعوے دار تھا، وہ مذہب کی طرف بڑھ رہا ہے اور بھارت کو خالصتاً ہندو ریاست بنانے جا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں دونوں ڈی ٹریک ہوئے ہیں، دونوں اگر اپنے اپنے ٹریک پر واپس نہ آئے تو دونوں کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ مسلمان آج نہ متفق ہے، نہ متحد ہے اور دشمنانِ اسلام اُنھیں الگ الگ کر کے بدترین انجام سے دوچار کر رہے ہیں۔ 60 اسلامی ممالک میں سے جب کسی ملک پر امریکہ، یورپ یا کوئی اسلام دشمن قوت حملہ آور ہوتی ہے تو باقی ممالک شکر بجا لاتے ہیں کہ وہ بچ گئے۔ لیکن حالات اگر اسی ڈگر پر بڑھتے چلے گئے تو امتِ مسلمہ یا مٹ جائے گی یا بدترین غلامی میں چلی جائے گی۔ اے کاش! فرد، معاشرہ اور ریاست مسلمان ہو جائے، یہی امتِ مسلمہ کی سلامتی اور بقا کا راز ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں پر رحم فرمائے، اُنھیں ہدایت دے اور صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

(سورۃ الصّف کی آیت :9 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 06 دسمبر 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! نبی اکرم ﷺ سے محبت اور عقیدت ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر ایک نبی اکرم ﷺ سے محبت کا دعوے دار ہے لیکن اس محبت، عقیدت اور ایمان کا تقاضا کیا ہے؟ اس بات کو جب تک ہم نہیں سمجھیں گے تب تک ہمارا یہ دعویٰ محض دعویٰ ہی رہے گا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور آپ ﷺ سے محبت کے تقاضوں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ جان لیں کہ آپ ﷺ کا مقصد بعثت کیا تھا؟ لہٰذا آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الصف کی آیت :9 کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کا مطالعہ کریں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر اور خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!'' (الصف:9)

نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت، اظہار دین حق، اقامت دین، دین کا غلبہ، دین کو تمام ادیان' نظام ہائے زندگی پر غالب کرنا ہے۔ اسی مقصد کے لیے نبی اکرم ﷺ کو بھیجا گیا۔ یہ آیت اس سورت کی مرکزی آیت ہے۔ سورۃ الصف کی باقی تمام آیات اسی مضمون کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں کہ جہاد وقتال کرنا ہے تو کس کے لیے کرنا ہے؟ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد کیا ہے؟ ان سب چیزوں کا مقصد اللہ کے دین کو غالب کرنا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد اقامت دین تھا۔ تمام انبیاء کا مقصد بھی یہی تھا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی خصوصی شان ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد بعثت قرآن مجید میں تین مرتبہ بیان ہوا ہے۔ یہ تین مقامات سورۃ التوبہ، سورۃ الفتح اور سورۃ الصف کے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صرف دین کو پہنچایا ہی نہیں بلکہ دین حق کو بالفعل غالب اور قائم کر کے دکھا بھی دیا تاکہ نوع انسانی پر حجت قائم ہو جائے کہ اللہ کا دین کوئی خیالی جنت نہیں ہے بلکہ ایک قابل عمل دین ہے جس کو بطور نظام زندگی نافذ کرنا فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

اس آیت کی اہمیت کو سامنے رکھیں تو امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف: ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں اس آیت کو نبی کریم ﷺ کے مقصد بعثت کے تعین کے ضمن میں پورے قرآن مجید کی مرکزی اہمیت کا حامل قرار دیا۔ گویا قرآن جس جدوجہد کی راہنمائی کے لیے نازل ہوا اس کا مقصد اس آیت میں بیان ہوا۔ اسی طرح مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ جو شاہ ولی اللہ کے شارح کہلائے جاتے ہیں، انہوں نے اس آیت کو بین الاقوامی عنوان قرار دیا۔ یہ آیت سیرت النبی ﷺ کے فہم کی کلید ہے۔ یعنی اس آیت کے فہم کے بغیر نبی کریم ﷺ کی بعثت کو سمجھنا ناممکن ہے۔

مرتب: ابوابراھیم

ہر انسان کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، کوئی انسان بغیر مقصد کے نہیں ہے۔ البتہ مقاصد مختلف ہو سکتے ہیں۔ کسی کا مقصدِ زندگی بہت اعلیٰ ہوتا ہے اور کسی کا مقصد صرف اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے کہ میں خوشحال ہو جاؤں اور میرے بیوی بچے خوش رہیں۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ آج ہم لوگوں میں سے اکثریت کا یہی حال ہے۔ اس سے اوپر اُٹھنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔ اگر کوئی اس سے اوپر اُٹھ کر سوچتا بھی ہے تو اپنی برادری، اپنی قوم، اپنی پارٹی یا اپنے ملک کے لیے سوچتا ہے۔ چلیئے! اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنی ذات سے نکل کر کسی اور کا بھی خیال ہے، کسی اعلیٰ مقصد کے لیے وہ سوچ رہا ہے۔ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر ایک سوچ ہے جس کا آج کل بڑا چرچا ہے اور وہ ہے انسان دوستی۔ حالیہ دنوں میں ہی انسانی حقوق کا عالمی دن منایا گیا۔ لیکن حقیقت میں یہ بھی صرف نعرے اور سلوگن کی حد تک ہے۔ جہاں مسلمان کا نام آجائے تو وہاں انسان دوستی کے یہ سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ ایک طرف فلسطین، شام اور کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور دوسری طرف قاتل انسانی حقوق کا دن بھی منا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ صرف دعوے ہیں۔ تاہم مسلمان کے لیے زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ بقول شاعر

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

یہ سب سے بڑا ٹارگٹ ہے جسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو عمل بھی کرو یہ سوچ کر کرو کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔

سورۃ الصف کی یہ آیت نبی اکرم ﷺ کی اس شان کو بھی ظاہر کر رہی ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت صرف ختم ہی نہیں ہوئی بلکہ اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔'' (الاحزاب:40)

نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی تکمیلی شان جن لوگوں کو سمجھ نہیں آئی وہ بڑی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بالخصوص مستشرقین سے اسی لیے بڑے زہریلے جملے منسوب

ہیں۔ٹائن بی نے کہا تھا کہ:

"Muhammad failed as a prophet, but succeeded as a statesman"

یہ اتنی ٹھوکریں اسی لیے کھا رہے ہیں کہ انہیں دین کی تکمیل اور اس کے غلبے کی شان کا اندازہ ہی نہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آئیڈیل اور نبی مانتے ہیں۔ ان کے دور میں دین کے غلبے کا دور آیا ہی نہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تو قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی انہوں نے تو اپنے تئیں قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا اسی لیے وہ دین کی اس شان کہ جس میں وہ غالب ہوتا ہے' اس سے ناواقف ہیں۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی شان ہے کہ وہ کہیں حکمران ہیں، کہیں سپہ سالار ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام کی زندگی میں یہ دور نہیں آیا۔ البتہ مکی دور میں آپ ﷺ کی زندگی میں حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ملتی ہے۔ لیکن جب دین غالب ہوگیا اور نبی اکرم ﷺ کو حکمرانی حاصل ہوگئی تو وہ دور ایسا ہے جس کی مثال دوسرے انبیاء کی زندگی میں نہیں ملتی۔ اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے منٹگمری واٹ نے Muhammad at Mecca اور Muhammad at Medina کے عنوان سے دو کتابیں لکھ دیں۔ ان میں اس نے آپ ﷺ کی زندگی کے دو رُخ علیحدہ علیحدہ بتا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مکہ والے محمد (ﷺ) میں نبوت کی صفات تھیں جبکہ مدینہ والے محمد (ﷺ) کا رخ ہے سیاستدانوں اور حکمرانوں والا ہے۔ یہ مغالطہ اصل میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور مقصد بعثت کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ یہی تکمیلِ دین کا اظہار تھا۔ مشیت ایزدی دیکھئے کہ سن 6 ہجری میں نبی اکرم ﷺ صلح حدیبیہ میں بظاہر دب کر صلح کر رہے ہیں جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں تشویش کی لہر دوڑ گئی تھی۔ خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت بہت بے چین تھی۔ لیکن دو سال کے بعد ابوسفیان صلح کی تجدید کے لیے آتے ہیں تو آپ ﷺ صاف انکار کر دیتے ہیں۔ پھر ابوسفیان سفارشیں کروا رہے ہیں، پہلے اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے ہیں تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا بستر لپیٹ دیا۔ اس پر ابوسفیان پوچھتے ہیں کہ بیٹی! کیا میں اس بستر کے لائق نہیں تھا یا یہ بستر میرے لائق نہیں تھا؟ آپؓ نے فرمایا: یہ بستر نبی اکرم ﷺ کا ہے اور آپ مشرک اور نجس ہیں۔ پھر جب بیٹی نے بھی سفارش سے انکار کر دیا تو ابوسفیان دوسرے صحابہ کرامؓ کے پاس سفارش کے لیے پھرتے رہے لیکن کسی جگہ بھی شنوائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ مشیت ایزدی میں یہ آپ ﷺ کے انقلاب، اظہار دین الحق کا ایک حصہ تھا۔ انڈیا کے ایک مشہور عالم دین مولانا وحید الدین صاحب 1995ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دعوت پر قران اکیڈمی میں تشریف لائے تھے۔ محاضرات کے پروگرام میں انہوں نے اپنے خطاب میں صلح حدیبیہ کی رٹ لگائے رکھی تو ڈاکٹر صاحبؒ نے ان سے سوال کیا کہ اگر یہ صلح اتنی ہی اہم شے ہے تو پھر جب ابوسفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے تجدید کیوں نہیں کی؟ اس پر ان کا جواب تھا: No comments ظاہر ہے ایسے جواب نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی دیے جاتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کے مقصد بعثت کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨﴾ (الصف) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر اور خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!''

اس میں سب سے اہم لفظ رسول ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے رسول آئے لیکن آپ ﷺ رسول کامل ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے جو رسول آئے وہ اپنی قوم

پریس ریلیز 13 دسمبر 2019ء

بھارت میں شہریت سے متعلق قانون سازی سے دو قومی نظریہ کی حقانیت ثابت ہوگئی

ہسپتال پر وکلاء کا حملہ اخلاقی جرم اور قانون شکنی کی انتہا ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے بھارت میں شہریت سے متعلق قانون سازی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بھارت میں اسلام دشمن قانون سازی سے ثابت ہوگیا کہ بھارت میں آر ایس ایس کا ایجنڈا نافذ ہو چکا ہے جس کا مقصد صرف مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل اور بھارت مسلمانوں کے بارے میں ایک جیسی پالیسی پر کاربند ہیں۔ انہوں نے مسلم حکمرانوں کی خودغرضی اور ابن الوقتی پر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اُمت پر اس مشکل ترین وقت میں بھی صرف اپنے ذاتی مفادات، کرسی اور اقتدار کے حصول کے لیے مغرب کے اسیر ہیں۔ لاہور میں وکلاء کی جانب سے ہسپتال پر حملے اور توڑ پھوڑ پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ لاقانونیت کا شکار تو پہلے بھی تھا لیکن اب اخلاقی لحاظ سے بھی مکمل طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے۔ جنگ کے دوران بھی ہسپتال پر حملہ کرنا اخلاقی جرم تصور کیا جاتا ہے' کہاں یہ کہ معاشرے کو قانونی راہنمائی دینے والے خود قانون شکنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہسپتالوں پر حملے اور توڑ پھوڑ کرتے پھریں اور مریضوں کو بھی نہ بخشیں۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ سے ہمارے نظام کا اصل چہرہ پورے طور پر بے نقاب ہوگیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بے حس اور باطل نظام کو لپیٹ کر اس کی جگہ اُس نظام کو لانے کی کوشش کی جائے جس کی بنیاد پر یہ ملک قائم ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے معاشرے کی بنیاد اسلامی فلاحی ریاست کے سنہری اصولوں پر نہیں رکھتے، جن کو نافذ کرنے کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا، اس وقت تک ہم عدل پر مبنی اور اخلاقی لحاظ سے مستحکم معاشرے کی تشکیل نہیں کر سکتے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کے لیے آئے اور ان کی دعوت اپنی قوم تک محدود تھی۔ حضرات نوح، ابراہیم، ہود، صالح، شعیب علیہم السلام اپنی قوم کو دعوت دینے کے لیے آئے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی رسالت قیامت تک کے تمام ادوار کے لیے اور پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف'' (الاعراف158)

آپ دو چیزیں لے آئے۔ یعنی الھدیٰ اور دین حق۔ الھدیٰ کامل ہدایت نامہ ہے یعنی قرآن۔ اس سے پہلے بھی ہدایات آتی رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقیناً ہم نے ہی نازل فرمائی تھی تورات اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔'' (المائدہ:44)

یہاں ھدیً و نور بطور اسم نکرہ آئے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید آ کر الھدیٰ ہوگیا یعنی مکمل ہدایت نامہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان آہستہ آہستہ فکری طور پر بلوغت کی طرف بڑھ رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے دور میں آ کر ذہنی پختگی اور عقل کی آخری سطح تک پہنچ گیا تھا۔ ہماری قرآن اکیڈمی میں ڈاکٹر صاحب کے دور میں ایک بزرگ پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب آیا کرتے تھے۔ وہ تقابل ادیان اور فلسفہ کے بہت بڑے سکالر تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام فلسفہ حیات 600 قبل مسیح سے 600 بعد مسیح کے دور میں پیدا کیے گئے۔ یعنی ان بارہ سو سالوں میں یہ کام ہوا۔ انسان جب بلوغت کو پہنچ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے 610ء میں قرآن کا نزول شروع کیا۔ ہوسکتا ہے کہ تورات اور انجیل اللہ کے ہاں شکوہ کریں کہ اے اللہ! ہماری حفاظت کا ذمہ کیوں نہیں لیا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ابھی پرائمری و مڈل دور تھا، اس دور میں ابھی انسان ذہنی ارتقاء کے ابتدائی مراحل میں تھا۔ جب انسان بلوغت کو پہنچ گیا تو پھر قرآن مجید نازل کیا گیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' (الحجر:9)

دوسری چیز جو آپ ﷺ لے کر آئے وہ دین حق ہے۔ دین کا لغوی مفہوم کئی مرتبہ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ مثلاً:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ''جزا و سزا کے دن کا مالک و مختار ہے۔'' (الفاتحہ)

یہاں دین سے مراد بدلہ ہے۔ اسی کا اصطلاحی مفہوم قانون یا ضابطہ بھی بنتا ہے۔ کیونکہ بدلہ کسی قانون یا ضابطے کے تحت ہی ہوگا۔ سورۃ یوسف میں ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط﴾ ''آپ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔'' (یوسف:76)

چونکہ قانون کسی نظام کے تحت بنتا ہے لہٰذا دین کا ایک مفہوم نظام بھی ہے۔ قرآن میں بھی یہ مفہوم بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

''اور (اے مسلمانو!) ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔'' (الانفال:39)

اب ایسا نظام جس میں قانون سازی کا اختیار منتخب نمائندوں کو ہو اور ان کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا جائے تو اسے دینِ جمہور کہا گیا۔ اگر یہ اختیار کسی بادشاہ کے پاس ہو اور اس کے مطابق نظام ہو تو وہ دین الملک قرار پائے گا۔ لیکن اگر اللہ کے دیے ہوئے قانون کے مطابق نظام چلایا جائے گا تو دین اللہ قرار پائے گا۔

زیر مطالعہ آیت میں تیسری چیز جو بیان ہوئی وہ ہے:

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظام زندگی پر۔'' (الصف:9)

اس کے چار معنی ہوسکتے ہیں۔ اللہ غالب کر دے دین حق کو، اللہ غالب کر دے اپنے رسول کو، رسول غالب کر دے دین حق کو، رسول غالب کر دے اللہ کو۔ کسی طرح سے بھی ترجمہ کر دیا جائے مقصود ایک ہی ہے کہ اللہ کا دین غالب و نافذ ہو جائے۔ آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ:

﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹﴾ ''خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!'' (الصف:9)

دین حق کا تقاضا یہی ہے کہ نظام عدل اجتماعی کو کل کے کل نظام زندگی پر غالب کر دیا جائے تاکہ زندگی کا کوئی گوشہ اس سے مستثنیٰ نہ ہو۔ اسی لیے قرآن مجید میں کہا گیا:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف﴾ ''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔'' (آل عمران19)

ہمارے ہاں مذہب کا لفظ مسالک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے مسالک کو مذہب حنفی، مذہب شافعی، مذہب مالکی، مذہب حنبلی بولا جاتا ہے۔ ان کے ہاں religion کا ترجمہ صرف انفرادی زندگی میں اعمال کرنا ہے۔ یعنی عقائد، عبادات، رسومات وغیرہ کو اسلام سمجھ لیا گیا۔ اس سے آگے کی سوچ ہی نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت میں اسلام ایک دین ہے جس میں انسان کی زندگی کے تمام انفرادی (عقائد، عبادات، رسومات) اور اجتماعی (سیاست، معیشت اور معاشرت) گوشے شامل ہیں۔ یہ چھ گوشے جب ملتے ہیں تب جا کر ایک مکمل دین بنتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے دین کو مکمل کرنے کے بعد اعلان فرمادیا کہ:

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اِتمام فرمادیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کرلیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔'' (المائدہ:3)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس کی جانب سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو کر رہے گا۔'' (آل عمران:85)

دین اصل میں اس پورے نظام زندگی میں الھدیٰ اور دین حق کی حکمرانی کا نام ہے۔ ظاہر ہے یہ مشرکوں کو گوارا نہیں ہوگا۔ شرک دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مذہبی شرک اور دوسرا سیاسی شرک۔ مذہبی شرک کے پیشوا پنڈت، پروہت، پادری، پیر ہیں (سب 'پ' سے شروع ہوتے ہیں)۔ یہ سب اس شرک کے محافظ ہیں۔ جبکہ سیاسی شرک کے محافظ پہلے بادشاہ ہوتے تھے اور ان دونوں طبقوں کا آپس میں ہمیشہ گٹھ جوڑ رہا ہے۔ بادشاہ مذہبی پیشواؤں کو horizon کا خطاب دیتے رہے ہیں جبکہ مذہبی پیشوا بادشاہوں کو Defenders of the faith کا خطاب دیتے رہے ہیں۔ یہ آپس میں ہی اقتدار کی بندر بانٹ کرتے رہے ہیں۔ اصل میں دین کا غلبہ دونوں نہیں چاہتے تھے۔ فرمایا:

''(اے نبی ﷺ) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔''

باطل نظام سے کئی لوگوں کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ کبھی نہیں چاہتے کہ اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کو الھدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا ہی اسی لیے گیا تاکہ اس کو پورے نظام زندگی پر غالب کر دیا جائے۔ یہی نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا مقصد تھا لہٰذا آپ ﷺ سے محبت اور عقیدت کے دعوے میں وہی سچا ہے جس کو آپ ﷺ کے مشن سے محبت ہے اور اس کے لیے اپنی زندگی کے شب و روز لگا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

30

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

99 | سوزِ او خوابیدہ در جانِ تو ہست | ایں کہن مے از نیاگانِ تو ہست!

اے پسر! اس سادہ طرزِ زندگی کا سرمایہ تیری جان (ضمیر) میں پوشیدہ و خوابیدہ ہے تیرے اسلاف سے (حضرت محمد ﷺ کا یہ ورثہ بطور امانت تجھ تک پہنچا ہے) اس شراب (مست کرنے والا تحفہ) کی بے قدری نہ کر

100 | در جہاں جز دردِ دل ساماں مخواہ | نعمت از حق خواہ و از سلطاں مخواہ!

اس جہان میں (سفر زندگی میں عیش و آرام نہیں بلکہ صرف) دردِ دل کا خواہش مند بن (سادہ زندگی گزارنے سے زندگی کا سفر آسان ہو جاتا ہے) یہ نعمت صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کر اور (سہولیات والی زندگی) حکمرانوں (مغربی استعمار) کے پھندے میں آ کر طلب نہ کر

101 | اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر | می شود از کثرتِ نعمت ضریر!

(اے جانِ من! مغربی استعمار تمہیں میرے افکار سے انحراف کے لیے بہت سی مراعات آفر کرے گا مگر میں نے دیکھا ہے) بہت سے لوگ جو حق کو سمجھتے ہیں اور حق کو دیکھتے ہیں مراعات کی وجہ سے (حق گوئی سے پہلو تہی کرتے ہیں اور) زیادہ دولت کے سبب (دل کے اندھے) ہو جاتے ہیں

99۔ درویشی کی حکمرانی کو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے اپنے لیے پسند کر کے لازم قرار دیا اور جو خلافت راشدہ کا طرّہ امتیاز ہے اس کی قدر و قیمت حالیہ مغربی تہذیب اور اس کے ذہن سے بلند تر تصور ہے جو مغربی افکار اور ملٹی نیشنلز کلچر کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہیں رکھتا۔ درویشی کی حکمرانی ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا LIFE STYLE ہونے کی مناسبت سے ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور اسی کی خواہش میں ہم زندہ ہیں بقول شاعر

ع دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو

حکمرانی کا یہ سنہرا اور عوام دوست .... اور ساہوکار اور سود خور دشمن ہونے کے ناطے میکاولی سیاست میں FIT ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی مغربی علوم کے پروردہ انسان کے ذہن میں جگہ پا سکتا ہے۔ اس تصور کی آبیاری کرنا اور عملاً درویشی کی حکومت کا تصور ہمارے اسلاف کی مقدس امانت ہے۔

100۔ زندگی کے اس سفر میں یہ دنیاوی زندگی ایک سرائے یا TRANSIT LOUNGE سے زیادہ نہیں ہے۔ بس اس دنیا کی زندگی کے لیے حقیقی ضرورت دردِ دل اور ہمارے اسلاف کی امانت سادہ زندگی (PLAIN LIVING) ہے۔ مغربی تہذیب اور اس کے تحت فروغ پذیر معاشرتی اقدار (VALUE STRUCTURE) زندگی کے ایک اسلام مخالف اور انسان دشمن، خدا بے زار اور وحی دشمن تصور پر استوار کیا گیا ہے لہٰذا اے پسر! اس زندگی میں انسان ہمدردی اور انسان دوستی، علم دوستی اور پاک ضمیر کے علاوہ کچھ بھی ناگزیر نہیں ہے۔ سفر زندگی میں جو سہولت اور ضرورت چاہیے وہ اللہ سے طلب کر مغربی استعمار کے مہروں یعنی حکمرانوں سے طلب نہ کر کہ اس طرح تو اپنی 'خودی' اور قومی غیرت ان کے پاس گروی رکھنے والا بن جائے گا۔

101۔ اے پسر! دنیا کی حقیقی ضرورتیں ناگزیر (INEVITABLE) بہت کم ہیں یہ 'حرص' ❶ اور 'بہتات کی محبت' ❷ ہے جس نے عوام کیا، بڑے بڑے عقل مندوں اور دانشوروں کو بصیرت ❸ سے محروم کر رکھا ہے۔ بسا اوقات ایک عقل مند اور مدبر انسان بھی 'حرص' کی بدولت بصیرت کھو کر انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے اور حیوان بن جاتا ہے۔ زندگی کی سہولتوں کے حصول کے لیے انسانی اصولوں کو توڑتا ہے۔ QUALITY LIFE گزارنے کا خواہش مند بنتا ہے اور STATUS CONSCIEOUS ہو کر 'گدھا' بن جاتا ہے ❹

❶ بقول بیدل

حرص قانع نیست بیدل ورنہ در کار حیات
آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

❷ بہتات کی محبت نے تمہیں دیوانہ بنا کر قبروں میں پہنچا دیا۔ (قرآن۔ التکاثر)

❸ ...... وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ
''...... بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں''۔ (46:22)

❹ بقول اقبال ؎

بدوش منعم بے دین و دانش
قبائے نیست پالانِ حریر است

> بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
> اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است
>
> علامہ اقبال

طلبہ مظاہرین نے چادر تو سُرخ اوڑھی ہوئی ہے لیکن اطلاعات ہیں کہ پس پردہ مدد امریکہ سے لی جارہی ہے جو خود سرخ انقلاب کے خلاف ہے لیکن چونکہ مقصد پاکستان کو غیر مستحکم کرنا ہے اس لیے شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پی رہے ہیں: ایوب بیگ مرزا

فتنوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کے ساتھ جوڑ دو: آصف حمید

”عرب سپرنگ ٹو“ کی لہر شام سے شروع ہوئی ہے اور عراق، ایران سے ہوتے ہوئے پاکستان میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے جس میں جگہ جگہ مظاہرے ہو رہے ہیں: رضاء الحق

طلبہ تحریک: پس پردہ حقائق کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: عطاء الرحمان عارف

سوال: طلبہ پچھلی مارچ میں طلبہ نے سٹوڈنٹ یونینز بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ آپ اس مطالبے پر کیا کہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک طلبہ کے اس مطالبے کا تعلق ہے کہ طلبہ یونینز بحال ہونی چاہئیں تو اس بارے میں دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں۔ یقیناً طلبہ کی یونینز بحال ہونی چاہئیں لیکن اس سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ انہیں ختم کیوں کیا گیا تھا؟ یعنی ان حالات کا جائزہ لینا چاہیے جن کی وجہ سے اس پر پابندی لگی تھی۔ بصورت دیگر اگر بحال کرنے سے پھر وہی نتائج سامنے آئیں تو یہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ پہلے اس کا ایسا کوڈ آف کنڈکٹ بنالیا جائے جس سے مثبت نتائج سامنے آئیں۔ لیکن اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ ان حالات کا جائزہ لیا جائے جن میں ان پر پابندی لگی تھی۔ ایک وقت تھا کہ کالج اور یونیورسٹیاں مارکٹائی، لڑائی جھگڑے اور دہشت گردی کے مراکز بن گئے تھے۔ اساتذہ کا احترام تو دور کی بات ہے بہت سے اساتذہ پر تشدد کیا گیا اور یہ بھی ہوا کہ حکومتوں پر دباؤ ڈالا گیا کہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر وہ ہوگا جسے ہم چاہیں گے۔ جب یہ رویہ ہوگا اور طلبہ اپنی حدود سے باہر جائیں گے تو پھر تعلیم گاہیں سیاسی اکھاڑا بن جائیں گی۔ جیسے پہلے ہوا کہ طلبہ میں باقاعدہ سیاسی جماعتوں کے ونگز قائم ہوگئے اور طلبہ کی بہتری اور حصول علم کی بجائے طلبہ یونینز نے سیاسی جماعتوں کے ایجنڈے کو نافذ کرنا شروع کر دیا اور یہ چیز بڑی خطرناک ثابت ہوئی جس کی وجہ سے کئی قتل بھی ہوئے۔ بہرحال میں کہنا چاہتا ہوں کہ طلبہ کی یونینز نے اپنے دائرہ کار سے باہر نکل کر کام کیا، حالانکہ ان کا دائرہ کار یہ ہونا چاہیے تھا کہ طلبہ کو کیا سہولتیں ملنی چاہئیں؟ علم کے حصول میں انہیں کیا کیا آسانیاں ملنی چاہئیں؟ اور طلبہ کے جائز مطالبات کو منوانے کے لیے مثبت لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ لیکن طلبہ یونینز نے ان چیزوں کو چھوڑ کر مکمل طور پر سیاسی سرگرمیاں اختیار کرلیں اور حکمرانوں کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے حالانکہ انہیں صرف اپنے علمی مطالبات کو سامنے رکھنے چاہیے تھا اور ان کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے تھی۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

آصف حمید: بنیادی طور پر طلبہ یونین کی بحالی کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کالجز اور یونیورسٹیز میں کچھ ایسے غلط قوانین ہوں جن سے طلبہ متاثر ہو رہے ہوں یا ہاسٹلز میں کچھ ایسی رکاوٹیں ہوں جن کی وجہ سے ان کی پڑھائی متاثر ہو رہی ہے۔ ایسے حالات میں طلبہ یونین وجود میں آئیں تاکہ اپنے ان مسائل کو حل کر سکیں لیکن بدقسمتی سے تمام طلبہ یونینز (اسلامی اور سیکولر) نے اپنی اپنی حدود سے باہر قدم رکھا اور بہت زیادہ رکھا۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یونیورسٹیز قاتلوں اور غنڈوں کی پناہ گاہیں بن گئی تھیں۔ ہم نے بھی بطور طالب علم زندگی گزاری ہے اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ طلبہ یونین سے تو اساتذہ خوف کھاتے تھے۔ گویا طلبہ یونینز کا جو اصل مقصد ہونا چاہیے تھا اس طرح کا کوئی کام نہیں ہوا۔ البتہ اسلامی جمعیت طلبہ نے اس حوالے سے اچھا کردار ادا کیا۔ جمعیت نے شرم وحیاء کے کچھ تقاضے قائم رکھے تھے۔ انہوں نے درس قرآن، قرآنک سرکل اور فرائض کی پابندی کروانے کی کوشش کی تھی جو ایک بندہ مومن کے لیے واقعی ضروری ہے لیکن بہرحال وہ بھی سیاسی ہوگئے اور وہ بھی کچھ زیادتیوں کے مرتکب ہوئے۔ اس وقت جو نعرے لگ رہے ہیں ان سے صاف لگ رہا ہے کہ طلبہ ایسی یونینز کی بحالی چاہتے ہیں جو مادر پدر آزاد ہوں۔ ان کے نعروں میں کھوٹ نظر آتا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ اگر طلبہ کے کچھ مسائل ہیں یا ان پر کوئی ظلم ہو رہا ہے تو طلبہ کونسل بنادی جائیں جن میں جس کا جو ایشو ہے لے کے آئے۔ لیکن جب طلبہ کے ہاتھ میں اختیار آ گیا کہ ہر کیس کا فیصلہ وہ خود کریں گے اس سے پھر فساد ہی پیدا ہوگا اور جواب تک ہوا ہے، جس کی وجہ سے کئی طلبہ قتل ہوئے اور ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ یہ طلبہ یونینز کا مقصد نہیں تھا لیکن ابھی تک دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ ان کا غلط استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

رضاء الحق: طلبہ یونین آئندہ نسل کے لیے ایک تربیت گاہ ہوتی ہے کہ وہ سیاست کے اندر کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ گویا یونین کا ایک پولیٹیکل فیس ہوتا ہے جیسے پوری دنیا میں یوتھ پارلیمنٹس چلتی ہیں۔ یہ ان یونینز کا ایک مثبت پہلو تھا کہ ان کی وجہ سے مستقبل کے لیے اچھے لیڈر پیدا ہوتے تھے لیکن جب سے طلبہ یونین پر قدغن لگی ہے تو ان سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکے جس کی وجہ سے عوامی سطح کے نئے لیڈر اُبھر کر سامنے نہیں آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ طلبہ یونینز کے بہت سے منفی پہلو بھی سامنے آئے۔ جیسا کہ بلوچستان سٹوڈنٹس آرگنائزیشن آغاز میں طلبہ کی تنظیم تھی لیکن بعد ازاں یہی یونین بلوچستان لبریشن آرمی جیسی متشدد علیحدگی پسند تنظیم کے طور پر سامنے آئی۔ اسی طرح الطاف حسین کی مہاجر قومی موومنٹ بھی ایک سٹوڈنٹ یونین APMSO کی وجہ سے وجود میں آئی اور اسی کے پلیٹ فارم سے انہوں نے دہشت گردی کو بڑھاوا دیا۔ اسی طرح مختلف سٹوڈنٹس یونینز اس طرح

کی سرگرمیوں میں ملوث ہوئیں۔ لیکن اگر طلبہ یونینز واقعی تربیتی مقاصد کو سامنے رکھ کر قائم ہوں اور عملی لحاظ سے بھی وہ اس پر عمل پیرا ہوں تو مستقبل کی سیاست میں ان کا بہترین کردار ہوسکتا ہے اور ان کی گروتھ بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ اخلاقیات اور قانون کی پامالی کے ساتھ آگے بڑھیں گی تو یہ ملک، قوم اور اسلام کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔

سوال: کالج و یونیورسٹیز میں تعمیری سرگرمیاں مثلاً بزم ادب، تقریری مقابلہ وغیرہ میں کمی کیوں آئی؟

آصف حمید: یہ یونین کے دائرے میں ہی نہیں آتا تھا۔ کیمرج یونیورسٹی کی ایک پوری پارلیمنٹ ہوتی ہے جس میں ہر ملک کا طالب علم نمائندگی کر رہا ہوتا ہے۔ وہاں سیاسی تربیت ہوتی ہے۔ اصل میں یہ تعلیمی اداروں کا کام تھا کہ بزم ادب اور تقاریری مقابلے منعقد کرائیں۔ تدریس کے اندر علم و عمل دونوں موجود ہوتے ہیں لیکن تعلیمی ادارے اگر مادی دوڑ میں لگ جائیں تو پھر اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ بہرحال یونین کو وہ کام نہیں کرنے چاہئیں جو اصل میں تعلیمی اداروں نے کرنے ہیں۔

سوال: اِن ریلیوں میں ''ایشیا سرخ ہے'' کا پُرانا نعرہ ایک بار پھر لگایا گیا ہے کیا واقعتاً ایشیا سرخ ہونے جا رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ پاکستان کی بنیاد مذہب پر تھی۔ تحریک پاکستان میں نعرہ تھا: پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! لیکن اس میں بعض ممالک نے اپنے مفادات کے لیے ہماری مدد کی۔ مثال کے طور پر امریکہ نے برطانیہ کو باقاعدہ مجبور کیا کہ وہ برصغیر کی تقسیم ہونے دے کیونکہ اس وقت اس کا اصل مقابلہ کمیونزم کے ساتھ تھا۔ یعنی کیپیٹلزم کا کمیونزم کے ساتھ مقابلہ تھا اور سوویت یونین کمیونزم کا گڑھ تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے ہی انڈیا میں کمیونزم کا نعرہ بڑے زوردار انداز سے لگنا شروع ہوگیا تھا۔ لہٰذا امریکہ یہ چاہتا تھا کہ سوویت یونین اور انڈیا کے درمیان ایک ایسی بفرسٹیٹ بن جائے جس کا مذہب سے تعلق ہو تاکہ کمیونزم کا راستہ روکا جاسکے۔ لہٰذا پاکستان بننے سے پہلے 1946ء میں امریکہ کا ایک پارلیمانی وفد یہاں آیا اور اس نے قائداعظم سے ملاقات کی۔ قائداعظم نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ہم اس خطے میں امریکی مفادات کا تحفظ کریں گے۔ یہ اس لیے کہا تھا کہ سوویت یونین سے تو پاکستان کی بن ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ سوویت یونین ایک اینٹی خدا، اینٹی مذہب ریاست تھی اور پاکستان خالصتاً پرومذہب ریاست بننے جارہی تھا لہٰذا پاکستان کا قدرتی رجحان امریکہ کی طرف ہوا جو بہرحال اللہ کو، اس کے رسولوں کو ماننے والے تھے اور اس وقت ان کا نقطۂ نظر بھی یہ تھا کہ مذہب کو سپورٹ کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان قائم ہوگیا اور اس کا جھکاؤ بھی امریکہ اور کیپیٹلزم کی طرف تھا۔ لہٰذا اس کے ردعمل میں پاکستان میں سرخ ''کو'' کرنے کی کوشش کی گئی جس کو راولپنڈی سازش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ واقعہ لیاقت علی خان کے دور میں جنرل اکبر خان کی سرپرستی میں ہوا جسے ناکام بنادیا گیا۔ یہ پاکستان میں سرخ انقلاب کی طرف پہلا قدم تھا۔ اسی دور میں وہ نظریاتی جنگ شروع ہوئی جس میں ایک طرف نعرے لگتے تھے کہ ایشیاء سرخ ہے جبکہ دوسری طرف نعرے لگتے تھے کہ

> BLA جیسی علیحدگی پسند تنظیم بلوچستان سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سے وجود میں آئی۔ اسی طرح الطاف حسین کی مہاجر قومی موومنٹ بھی ایک سٹوڈنٹ یونین کی وجہ سے وجود میں آئی۔

ایشیا سبز ہے۔ لیکن جب 1988ء میں سوویت یونین کو شکست ہوگئی تو گویا کمیونزم دفن ہوگیا اور روس بھی کمیونزم سے دور ہوگیا۔ دوسری طرف چین کو نظر آگیا کہ ترقی کا راستہ زیادہ تر انفرادی ملکیت privatization میں ہے تو روس اور چین دونوں ''سرخ'' نظریہ کے خلاف ہوگئے اور درمیان میں انڈیا آگیا جو کمیونزم کا بہت بڑا حامی تھا۔ لیکن اب وہاں بھی پورے طور پر مذہب آگیا ہے اور سرخ انقلاب ریاستی سطح سے دفع ہوچکا ہے۔ لیکن یہاں اس کو زبردستی زندہ کرنے کی یہ ایک کوشش ہے۔ جس میں اس وقت سرخ کپڑے پہن کر جلوس نکالے گئے ہیں۔ لیکن میری رائے میں یہ دفن شدہ لاش اب زندہ نہیں ہوسکتی، یعنی اب ایشیا کبھی سرخ نہیں ہوگا۔

آصف حمید: جو لوگ نعرے لگا رہے ہیں وہ بنیادی طور پر سرخ رنگ کو مذہب بےزاری کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور مادر پدر آزادی کو فروغ دینا چاہ رہے ہیں۔ اگر ہم بین الاقوامی حالات کو سامنے رکھیں تو ہمیں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ ہمارے دشمن اسلام کے خلاف سازش کے طور پر سیکولر، ماڈرن اور مذہب بےزار لوگوں کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرخ لباس میں ملبوس ان جلوسوں میں 295c کے خلاف بھی نعرے شامل تھے۔ اصل میں یہ وہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ یہاں پر سیکولرازم پوری طرح رائج ہوجائے۔ اس وقت ہمارے تعلیمی اداروں میں بہت سے طلبہ الحاد کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور والدین بہت پریشان ہیں۔ یہ ایک پوری سکیم چلائی جارہی ہے اور جو نئے تعلیمی ادارے بن رہے ہیں ان میں یہ تحریک بڑی تیزی سے کام کر رہی ہے۔ کچھ لوگ بڑے باعمل تھے لیکن ان کا ذہن بھی بدل دیا گیا ہے کہ وہ سیکولر مائنڈڈ ہوگئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دین کا ہماری زندگی کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں سرخ نعرے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ کمیونزم لے کر آئیں گے، کمیونزم تو ختم ہوچکا ہے، اس کے دو بڑے داعی بھی اپنا قبلہ بدل چکے ہیں۔ سرخ انقلاب کے دعوے داروں کا مقصد پاکستان میں ایک تقسیم create کرنا ہے کہ یہاں پر اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یقیناً اس کے ردعمل میں اسلامی لوگ کھڑے ہوں گے۔ جیسے قرآن کہتا ہے کہ:

''اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔'' (آل عمران:54)

اسی طرح یہ سیکولر لوگ ضرور ناکام ہوں گے۔ پھر ان ریلیوں میں بلوچستان لبریشن آرمی کے لوگ بھی شامل ہیں، قادیانی بھی ہیں اور غیرملکی این جی اوز بھی شامل ہیں، پھر منظور پشتین گروپ کے نعروں سے بھی سرخ نعروں کی بڑی مماثلت ہے۔ یعنی یہ باقاعدہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کے تحت ان کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ ان کا سب سے بڑا ٹول سوشل میڈیا ہے اور سوشل میڈیا کا کردار یہ ہے کہ اس کے ذریعے عرب میں عرب سپرنگ لاکر وہاں کا بیڑا غرق کیا گیا۔ ان مظاہروں میں بھی سوشل میڈیا کا کردار بہت نمایاں ہے۔ جس کا واحد مقصد یہ ہے کہ یہاں پر ایک خانہ جنگی کی کیفیت پیدا کی جائے تاکہ یہاں کوئی بڑا واقعہ ہو اور عالمی میڈیا آئے اور دکھائے کہ یہاں جنگ لگی ہے۔ اصل میں یہ پاکستان کو غیرمستحکم کرنے کی ایک کوشش ہے جس طرح پہلے بھی ایسی کوششیں ہوتی رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بچایا ہے۔

سوال: ان جلسوں کی فنڈنگ کیا پاکستان کے اندر سے ہورہی ہے یا کوئی بیرونی قوتیں اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں؟

رضاء الحق: اس وقت دنیا میں جنگ کی نوعیت بدل چکی ہے۔ رالف پیٹر کی کتابیں ہوں یا جین کی رپورٹس ہوں جو دنیا میں بہت بڑا اور سٹریٹیجی بنانے والا ادارہ ہے

ان کے مطابق یہ مختلف جنریشن آف وارفیئر ہیں۔اس وقت لوگ ایک سے لے کر نو وارفیئر جنریشن کی بات کرتے ہیں۔عسکری لحاظ سے شاید فورتھ اور ففتھ جنریشن وارفیئر کی بات چل رہی ہو۔ان میں سٹریٹیجک لیول کے اوپر ملٹری کا ایلیمنٹ تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی لائن کو بھی blur کرنا شروع کر دیتے ہیں، پھر جغرافیہ کی لائن بھی blur کرنا شروع کر دیتے ہیں۔یعنی علاقائی خودمختاری کے نظریہ کو ہوا دی جاتی ہے اور کہیں ملک کو تقسیم کرنے کی بات کی جاتی ہے یا کئی جگہ consolidate کر دیا جائے۔ جیسے خود امریکہ 50 ریاستوں کی کنفیڈریشن ہے۔اسی طرح یورپی یونین ہے۔ لیکن یہاں آپ کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔پھر اس کے ساتھ آپ کے نظریات کو بھی اس طرح blur کیا جاتا ہے کہ وہ واضح نہیں ہو پاتے۔مثال کے طور پر کسی زمانے میں کمیونزم کا مطلب لوگوں کو برابری کی سطح پر حقوق دینا، امیر اور غریب کے درمیان فرق کو ختم کرنا بتایا جاتا تھا۔دوسری طرف capitalism تھا جو واضح طور پر انفرادی ملکیت کی بنیاد پر تھا اور اس میں شامل سود کا نظام کمیونزم کے بالکل مخالف تھا۔باقی ممالک میں نظریاتی انتشار اب سامنے آنا شروع ہوا ہے جبکہ پاکستان میں انہوں نے شروع سے ہی ہماری نظریاتی بنیادوں کو آہستہ آہستہ blur کرنا شروع کر دیا تھا۔یعنی ان کو کلیئر نہیں رہنے دیا۔مثلاً آپ کہتے ہیں کہ ہم سوشلسٹ سوچ لے کر آ رہے ہیں، ہم لوگوں کے لیے مساوی تعلیم کا منصوبہ لا رہے ہیں لیکن آپ جو ٹولز استعمال کر رہے ہیں، جو فنڈنگ استعمال کر رہے ہیں اور جو بیانیہ استعمال کر رہے ہیں وہ سارے کے سارے کیپیٹلزم والے ہیں۔آپ کو جو لوگ لیڈ کر رہے ہیں وہ سرمایہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نام آپ سوشل ریولوشن یا سرخ ریولوشن کا لے رہے ہیں۔اس وقت جو وارفیئر چل رہی ہے اس کو Hibrid وار فیئر بھی کہا جا سکتا ہے۔اس میں وہ میڈیا، این جی اوز اور تعلیم کے ٹولز کے ذریعے ملک میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔آج کل کی وارفیئر کے بارے میں خاص باب باندھے جاتے ہیں کہ انتشار پیدا کرنے کے لیے یوتھ کو کیسے استعمال کیا جائے۔ جیسے عرب سپرنگ میں یوتھ کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا۔بظاہر یہ لہر ایسی چلی ہے کہ شام سے شروع ہوئی ہے اور عراق، ایران سے ہوتے ہوئے پاکستان آ رہی ہے جس میں جگہ جگہ مظاہرے ہو رہے ہیں۔اس کو عرب سپرنگ ٹو بھی کہا جا سکتا ہے لیکن یہ صرف عرب تک محدود نہیں بلکہ باقی مسلم ممالک میں بھی انتشار کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا اس کا مقصد ہے۔اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ اس وقت جو سوشلزم کے نعرے دوبارہ بلند ہو رہے ہیں ان کے پیچھے فنڈنگ کے ذرائع کیا ہیں۔اس میں این جی اوز کا بہت زیادہ رول ہوتا ہے۔ان میں UNDP (یونائٹڈ نیشنز ڈویلپمنٹ پروگرام) سرفہرست ہے۔اس کے علاوہ کارنیگی ان سب کو فنڈنگ کرتا ہے، راکرفیلر فاؤنڈیشن جو کہ ایک صیہونی تنظیم ہے وہ ان کو فنڈز دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ایمپاورمنٹ آف ویمن کے نام پر ملالہ فنڈ بنا ہی اس لیے ہے کہ وہ اس کے ذریعے فنڈنگ کر رہے ہیں۔اسی طرح سٹیزن فاؤنڈیشن ہے، عورت فاؤنڈیشن ان سب کو وہ فنڈنگ کر رہے ہیں اور ان ساری کی ساری این جی اوز کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ پاکستان کے اندر بیرونی ایجنڈے کو زیادہ سے زیادہ نافذ کیا جا سکے۔کیونکہ صیہونی سیاسی اور معاشی طور پر اپنا غلبہ مضبوط کر چکے ہیں اور اب وہ معاشرتی سطح پر بھی اپنا ایجنڈا لانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ تحریکیں چلائیں گے۔ یہ دجالیت کے حربے ہیں جن کو ہمیں سمجھنا ہوگا کہ وہ کن کن طریقوں سے وار کرتے ہیں۔ہمارے لیے ان کے طریقہ واردات کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں۔

سوال: کیا سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی ممالک میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے؟

آصف حمید: بھارت کی سابق وزیر اعظم سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے پاکستان کو ثقافتی طور پر فتح کر لیا ہے۔ہمارے فلمی ہیروز کی تصویریں پاکستانیوں کے گھروں میں لگی ہوتی ہیں۔یقیناً نظریاتی جنگ سب سے خوفناک جنگ ہے جس کا احساس اور ادراک ہمیں نہیں ہے۔اس جنگ میں ہمارے ہاں رسوم و رواج میں دشمنوں نے بہت کچھ اپنا شامل کر دیا ہے۔شادی بیاہ ہو تو اس میں بے جا رسموں کا طومار ہے بس پھیرے لگانے کی کسر رہ گئی ہے باقی ساری ہندوانہ رسوم ہم نے اپنا لی ہیں۔ ناچ گانے کو پہلے بہت برا فعل تصور کیا جاتا تھا لیکن اب تو عزت دار گھرانوں میں بھی یہ ناچ گانا پہنچ گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ قرب قیامت کی نشانی ہے کہ ہر گھر میں ناچ گانا ہوگا۔ہم آج وہاں پہنچ چکے ہیں۔یعنی جو چیز پہلے ہماری لیے عار سمجھی جاتی تھی اب یہ ہمارے ہاں وجہ افتخار سمجھی جاتی ہے، اس کے لیے بڑی محنت ہوتی ہے۔ حدیث ہے کہ ((اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) ''جب تم حیا نہ کرو تو جو جی چاہے کرو'' (بخاری ومسلم) اس پر بہت پہلے سے عمل ہو رہا ہے۔اس حوالے سے جنرل مشرف کے دور میں میڈیا کھل کر سامنے آیا اور امریکہ نے میڈیا چینلز کو بہت زیادہ فنڈنگ کی کہ قوم کا نقطۂ نظر بدلو۔رینڈ کارپوریشن نے کہا تھا کہ مسلمانوں میں چار طرح کے لوگ ہیں۔بنیاد پرست، روایت پسند، ماڈرنسٹ، اور سیکولرسٹ۔رینڈ کارپوریشن کے ایجنڈے کے مطابق پہلی قسم کے لوگوں کو بالکل دبانا ہے، دوسری قسم کے لوگ کو ایک خاص حد تک ہی رکھنا ہے اور تیسرے اور چوتھی قسم کے لوگوں کو میڈیا کے ذریعے پروموٹ کرنا ہے اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔کیونکہ ان کو پتا ہے کہ جس دن ہم نے پاکستانی مسلمان کو فکری اور ثقافتی حوالے سے فتح کر لیا اس دن ہم پاکستان کو فتح کر لیں گے۔لہٰذا اس کے لیے شرم و حیاء، عفت و عصمت کا تصور ہی ختم کیا جا رہا ہے۔دورِ فتن کی احادیث میں فتنۃ النساء کی باتیں موجود ہیں۔آج کل عورتوں کی آزادی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ حدیث کے مطابق عورتوں کا فتنہ اتنا شدید ہوگا کہ ایک بندہ مومن اپنی خواتین کو گھر میں باندھ کر رکھے گا لیکن وہ رسیاں توڑ کر بھاگ جائیں گی۔آج عورت کو اس طرح اکسایا جا رہا ہے کہ عورت لازمی گھر سے باہر نکلے۔کوئی نہ کوئی کام کرے، مردوں کے برابر ہو، اس کے لیے مہم چلائی جا رہی ہے۔اس میں میڈیا نے پورا کردار ادا کیا ہے۔این جی اوز نے بھی پورا کردار ادا کیا ہے۔جہاں بھی اسلام کو بدنام کرنا ہوتا ہے وہاں این جی اوز ساری کی ساری نکل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ اس کے لیے ان کو باقاعدہ فنڈنگ ہوتی ہے۔ان کا دہرا معیار دیکھیں کہ مسلمانوں پر حملہ ہو تو یہ خاموش ہوتی ہیں لیکن اگر کوئی مسلمان کوئی غلط کام کر لے تو یہ سب کے سب باہر آ جاتے ہیں۔یہ لوگ آج ان سرخ انقلابیوں کے ساتھ ہیں۔ان کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کی نظریاتی شناخت کو ختم کیا جائے۔یہ لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ پاکستان کا مقصد لا الٰہ الا اللہ نہیں تھا۔الحمدللہ! پاکستان میں ایک بہت بڑا طبقہ موجود ہے جو ان چیزوں کو سمجھتا بھی ہے اور ان کے خلاف کچھ نہ کچھ کر بھی رہا ہے۔بہرحال ہمیں اپنے اعمال کو دیکھنا ہوگا۔اسلام مخلوط معاشرت کے خلاف (باقی صفحہ 13 پر)

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ہر قدم دست وگریباں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ابتدا خوشخبری سے کیے لیتے ہیں۔ پٹرول سستا ہو گیا۔ حاتم طائی کی قبر پر ایسی لات ماری ہے کہ مرہم پٹی درکار ہے۔ پورے 25 پیسے نصف جس کا ساڑھے بارہ پیسے ہوا کرتا ہے، کم کر دیئے۔ اب گھر کا بجٹ زخموں پر 25 پیسے کا نمک چھڑ کے جانے پر سسکے گا یا بہل جائے گا۔ عوام جانیں۔ حکومت نے تو احسان کر دیا۔ اس دوران ایک اضحوکہ (یا لطیفہ) یہ بھی تھا کہ ٹرمپ نہایت رازداری سے خفیہ دورہ کر کے افغانستان سے دوڑے بھاگے واپس گھر پہنچے تو وائٹ ہاؤس نے ان کی پھولی سانس بحال ہونے پر انکشاف کیا دورے کا۔ کہا کہ افغانستان خطرناک ملک ہے اس لیے دورہ چھپایا گیا! نہتے طالبان کے مقابل سپر پاوری بیان! گئے کیوں تھے؟ فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے، اپنا خوفزدہ حوصلہ لے کر۔ مل کر آہ و زاریاں کرنے! تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل! (یوں بھی افغانوں کے نام کا جز "گل" ہوا کرتا ہے) اس دورے سے ہمت پا کر خلیل زاد نے اشرف غنی سے ملاقات کی اور اب بیان دیا کہ قطر میں طالبان سے جلد مذاکرات بحال ہوں گے۔ کوشش ہو گی جنگ بندی کی۔ یعنی وہی مذاکرات جو تنگ میں آ کر ٹرمپ نے توڑ دیئے تھے!

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے!

امریکہ نے مسلم دنیا کا کیا حشر کیا۔ اب باری ہے ہمہ نوع مکافاتِ عمل کی۔ شام اور یمن کی تباہی بھی محل نظر ہے، افغانستان، عراق، فلسطین کے علاوہ۔ یمن میں بھڑکائی آگ میں مزید تیل ڈالنے کو خود نکل گیا اور تیل والے ممالک کو دھکیل دیا وہاں۔ ایک لاکھ اس جنگ میں قتل ہو چکے 45 لاکھ معذور۔ شام میں قیامت برپا کی۔ اسے روس کے حوالے کر دیا۔ بشارالاسد اور روس، ایران نے جو کچھ کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ ہسپتالوں، سکولوں، مارکیٹوں پر حملے۔ کونسا اسلحہ بارود ہے جو وہاں جنگی قوانین، اخلاقیات، قواعد کے پرخچے اڑانے میں استعمال نہ ہوا۔ دنیا کہاں ہے؟ بڑے بڑے نامور ادارے تھنک ٹینک، انسانیت کے بہی خواہ غم خوار کہاں ہیں؟ پھولوں جیسے پامال ہوئے بچے، خون میں لتھڑے۔ اب مکافاتِ عمل ہر جا درجہ بدرجہ دیکھی جا سکتی ہے۔ عراق، لبنان، ایران میں خونیں مظاہرے جاری ہیں۔ امریکہ ماحولیاتی بحران کا شکار۔ جس نے صنعتی، جنگی جنونی اسلحہ سازی اور اسلحہ سوزی کا غدر مچایا مسلسل موسمی جکڑ بندیوں کا شکار ہے۔ 15 ریاستیں برفانی طوفان کی زد میں ہیں۔ ہزاروں پروازیں متاثر۔ میری لینڈ میں 25 گاڑیاں باہم ٹکرا گئیں۔ آگ اور سرکش ہواؤں کے بگولوں سے نمٹے نہ تھے کہ اب برفباریوں میں دھنسے پڑے ہیں۔ زمین کی تہوں میں بارود، ہواؤں فضاؤں میں دھواں، کیمیائی نیوکلیائی مواد بھرنے والے، اب نت نئے ذائقے خود چکھ رہے ہیں ہمہ نوع تھپیڑوں کے۔

نقیب اللہ محسود کے والد انصاف مانگنے سب سے بڑی عدالت چلے گئے۔ انتقال ہو گیا۔ اس پر خاندان کے آنسو پونچھنے کو دلاسا دیا گیا۔ "محمد خان محسود سے کیا وعدہ پورا کرنے کی کوششیں جاری رہیں گی"۔ ذی اقتدار کی کوششیں اگر دو سال میں رنگ نہ لا سکیں تو اب تو محمد خان یوں بھی آپ کے انصاف سے بے نیاز ہو چکے۔ راؤ انوار جعلی پولیس مقابلہ سپیشلسٹ محفوظ و مامون ہے۔ فیصلے کے اصل دن کا انتظار کرنا ہو گا۔ 18 سال کراچی تا خیبر قتل و غارت گری کے بازار گرم رہے۔ ناظم آباد کے پارک میں کپڑوں میں بندھی دفن کی گئی انسانی ہڈیاں بھی برآمد ہوئیں ہیں۔ انسان کیا ہوئے؟ حساب کون دے گا؟ مسلسل انکشافات۔ دبے گھٹے اعترافات۔ مگر بدلا تو کچھ بھی نہیں۔ انصافی حکومت میں ایم کیو ایم اور مشرفی وزراء کا راج ہے۔ طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی۔ MQM کے فروغ نسیم وزیر قانون ہیں! لاقانونیتوں کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ موصوف نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے الطاف حسین کو نیلسن منڈیلا سے بھی بڑا لیڈر اور ہیرو قرار دیا تھا۔ قاتلوں اور بھتہ خوروں کا لیڈر؟ بھارت سے دن دہاڑے کھلے عام اظہارِ وفاداری محبت جتانے والا! برطانیہ نے اسے اپنے سایۂ عاطفت میں لیے رکھا سب کچھ جانتے بوجھتے! دنیا کی آنجہانی سپر پاور کے دوہرے معیارات اور دوغلی سیاست آج بھی جاری وساری ہے۔ برطانوی وزیراعظم بورس جانسن نے مسلم خواتین بارے ہرزہ سرائی کی۔ شور مچا تو معذرت کر کے منافقانہ بیان دیا: "اسلاموفوبیا کی اجازت نہیں دی جا سکتی!" یہ کس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں؟ سب کہہ دیا۔ پکڑے گئے تو معافی کا پونچھا لگا دیا۔

مولانا فضل الرحمٰن کے آزادی مارچ میں اسلام آباد کے مناظر نے اٹھارہ سالہ اٹھلاتی ماڈریشن، روشن خیالی، سیکولرازم کو ٹوپی برقعہ پہنا دیا تھا۔ اس کے بعد مداوے کی ترتھلی سی مچ گئی ہے۔ پورے ملک میں جا بجا راگ رنگ کے میلے لگا لگا کر سافٹ امیج لوٹانے کو خوب ناچے گایا کیے۔ اب یکا یک ایک اور بخار چڑھا جسے بہت توجہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آزادی مارچ نے جھاڑ پونچھ کر (سیاسی مقاصد سے ماوراء) نظریۂ پاکستان کھود نکالا جو بزعم خود سبھی حکومتیں باری باری گہرا دفن کر چکی تھیں۔ دارالخلافہ بہ زبان حال "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!" پکارتا رہا۔ تقاریر کا فوکس ان کی ساری دکھتی رگیں تھیں: تحفظِ ناموس رسالت، ختم نبوت، قرارداد مقاصد کی روح کو عملاً زندہ کر دینا۔ یاد رہے کہ رینڈ کارپوریشن کے مقالوں اور تھنک ٹینکوں کا مرثیہ یہی تھا کہ (مغرب کے مقابل) مسلمان نوجوانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اسے توجہ بٹا کر اسلام سے باز رکھنا ضروری ہے۔ اس کے لیے سعودی عرب، یو اے ای میں علاج ہو رہا ہے۔ امت کا باشعور طبقہ دل پکڑے بیٹھا ہے۔

یہ جو یکا یک ملک بھر میں طلبہ تحریک اٹھی ہے، یہ مقابلے کا آزادی مارچ ہے۔ مادر پدر آزادی، دین بےزاری اس کے ہر رخ پر عیاں ہے۔ سرخ رنگ کو علامت بنایا ہے۔ سرخ مارچ۔ اس پر مستزاد یہ نعرہ: "سرخ ہے، سرخ ہے، ایشیا سرخ ہے" بہت کچھ کہے دیتا ہے۔ سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کے تحت ملک بھر میں بیک وقت یہ مظاہرہ، جس کی قیادت پروگریسو سٹوڈنٹ اکٹھ نے کی ہے، ترقی پسندی کی خبر دے رہا ہے۔ 70ء کی دہائی کی اصطلاحیں، اہداف، نعرے، 2019ء میں یہ گڑے مردے اکھیڑے جا رہے ہیں۔ اشتراکیت، کمیونزم کب کا دفن ہو چکا۔ لینن کا بت خود اس کے چاہنے والوں نے پاش پاش کیا۔ اس طبقے کا کعبہ روس دیکھیے۔ پوٹن قدامت پرست عیسائیت کا علمبردار،

سرمایہ دارانہ نظام پر لوٹ چکا۔ ہاں البتہ شام میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل کر انسانیت کے پرخچے ضرور اڑا رہا ہے۔ جس انسانیت کی فلاح کی دعوے داری لے کر سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کی پُرجوش متحرک لڑکی، عروج اورنگ زیب اٹھی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے میڈیا سٹڈیز سے فارغ التحصیل، (نظریاتی) تھیٹر سے وابستہ ہے، ڈھول اور تالیوں کی لے پر مخلوط اکھ میں اچھل، تھرک کر انقلابی، مزاحمتی شاعری الاپتے (مردوزن) نوجوانوں کا منظر دیدنی ہے۔ عروج اس فکر کا منبع اور کارفرما روح، مشال خان کو قرار دیتی ہے۔ وہ نوجوان جو روس سے پڑھا، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان میں زیر تعلیم تھا۔ گستاخانہ نظریات کے اظہار کے الزام میں قتل کر دیا گیا تھا۔ کہتی ہے: بحث کا حق دیں۔ بظاہر تحریک یونین کی بحالی کے لیے ہے۔ تعلیمی مسائل کا حل بھی مانگتی ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ ''مذہبی غنڈہ گردی، بدمعاشی'' کو کیمپسوں میں روکا جائے۔ (اس کی جگہ غیرمذہبی، سیکولر بدمعاشی، لبرل فاشزم کو جگہ دی جائے؟) اس منظرنامے پر سیکولر طبقہ نہال ہوا جا رہا ہے۔

ریلی میں سرخ رنگ اختیار کرنے کا حکم تھا۔ کہتے ہیں: ایشیا سرخ ہے! بلاشبہ استبدادی عالمی قوتوں (بشمول روس) کے ہاتھوں خونِ مسلم سے ایشیا سرخ ہے۔ فاروق طارق، 'لاہور لیفٹ فرنٹ' کے کنوینر کہتے ہیں: ہم دکھا دیں گے کہ بایاں بازو (Leftist) زندہ ہے۔ سرخ انقلاب کے لیے محنت کر رہا ہے۔ (اگرچہ پہلے روس کو از سرنو لیفٹ اور سرخ کرنے کی ضرورت ہو گی!) اس تحریک کا وضاحتی بیان ہے کہ سرخ رنگ انقلاب اور محبت کا رنگ ہے۔ اور جیسی زندگی ہم گزارنا چاہتے ہیں۔ بین السطور بہت کچھ واضح ہے! نعرہ سنیے: ''جب لال لال لہرائے گا، تب ہوش ٹھکانے آئے گا''۔ اس اکھ میں مزدور، کسان، ٹریڈ یونینز کی شرکت بھی محل نظر ہے۔ دیکھیے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا! یہ منتشر الخیال نوجوانوں کا فکری افلاس ہے جو تپ کر سرخ ہو گیا ہے۔ سید انسانیت نبی مکرم ﷺ کو چھوڑ کر فوکو یاما، کے کہے پر خواب دیکھ رہے ہیں کہ اب سوشلزم کو واپس آنا ہے۔ لڑکیاں جو مرد کے گلے میں سرخ پٹے ڈالے سڑک پر گھسیٹ رہی ہیں، جنونی نسوانیت زدگان، اپنا موزہ خود ڈھونڈو، والیاں ہیں۔ یہ انصافیوں ہی کا دوسرا چہرہ ہے۔ آج دنیا کا حال تو یہ ہے کہ

ہر قدم دست و گریباں ہے یہاں خیر سے شر!

❀ ❀ ❀

بقیہ: زمانہ گواہ ہے

ہے لیکن ان ریلیوں میں مخلوط ماحول کے ساتھ ساتھ خدا بے زار، مذہب بے زار لوگ بھی شامل تھے۔

سوال: کیا عرب سپرنگ جیسا انتشار باقی اسلامی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت جو ریلیاں نکلی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے صرف سرخ چادر اوڑھی ہے لیکن اصل میں ان کا تعلق نہ سرخ سے ہے نہ سبز سے ہے بلکہ ان کا اصل ٹارگٹ پاکستان کو غیر مستحکم کرنا اور یہاں انتشار پیدا کرنا ہے۔ عرب سپرنگ کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہاں کی حکومتوں کو تہہ و بالا کر دو۔ یعنی ریاست کو خطرے میں ڈال دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ دشمنوں کے لیے اب صرف پاکستان ہی بچا ہے باقی اسلامی ممالک کی سٹریٹیجک اہمیت ہی نہیں ہے کہ کچھ کرنے کے قابل ہوں۔ پاکستان اسلامی ممالک میں سے اہم ترین ملک ہے کیونکہ یہ اسلام کے نام پر بنا ہے، پھر یہ واحد ایٹمی اسلامی ملک بھی ہے لہٰذا فسادی طاقتوں کا اصل ٹارگٹ اس وقت پاکستان ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ طلبہ مظاہرین نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی ہے لیکن اطلاعات آ رہی ہیں کہ پس پردہ امریکہ سے مدد لی جا رہی ہے جو خود سرخ انقلاب کے خلاف ہے لیکن چونکہ مقصد یہ ہے کہ پاکستان کو غیر مستحکم کیا جائے تو اس لیے شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پی رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ امریکہ مذہب کے نام پر اس خطے میں آیا، جہادیوں کو اکٹھا کیا، پاکستان کے نصاب تعلیم میں جہاد کی آیات کو ڈالا کیونکہ اس وقت یہ اس کی ضرورت تھی۔ پھر نائن الیون کے بعد بالکل اس کے برعکس کام کیا کہ تعلیمی نصاب سے جہادی آیات کو کھرچ دیا گیا، اور جہادیوں کو گرفتار کیا گیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کا ایجنڈہ صرف پاکستان کو غیر مستحکم کرنا ہے چاہیے وہ کسی بھی نظریے کی حمایت یا مخالفت سے ہو۔ ان ریلیوں میں بھی مجھے یہ عنصر زیادہ نظر آتا ہے۔

سوال: انتشار اور فتنوں سے بچنے کے لیے قرآن وسنت سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟

آصف حمید: فتنوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کے ساتھ جوڑ دو، یعنی قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط کرو۔ پاکستان کی بقاء ہی اسلام کے ساتھ ہے۔ اگر پاکستان سیکولر ہو جائے گا تو پھر اس میں طاقت اور قوت ہی ختم ہو جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ دین کی تعلیمات کو سیکھیں تاکہ دجالیت کے حربوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ ہمیں قرآن وحدیث کا مطالعہ بڑھانا چاہیے۔ بالخصوص دور فتن کی احادیث کو پڑھنا بہت ضروری ہے تاکہ دجال، دجالیت کے حوالے سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ ہم اس وقت دور فتن میں ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ:

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔'' (التوبہ:32)

ہمارے دشمنوں کو ان سب باتوں کا پتا ہے، ان کو مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں کا بھی پتا ہے اور ان کو مدنظر رکھ کر ہی وہ پلاننگ کر رہے ہیں لیکن ہم خوش فہمی میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ہمیں ان کو کاؤنٹر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، چنانچہ تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو!'' (الفاطر:6)

لیکن ہم تو شیطان سے دوستی کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم تو بہت سی غیر اسلامی چیزوں کو اپنے روزمرہ معمولات میں شامل کر چکے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے آپ کو دین کی تعلیمات سے مسلح کریں اور اپنے عمل کے ساتھ دجالی فتنے کا مقابلہ کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀ ❀ ❀

بقیہ: قابل غور

کفالتِ عامہ یا باہمی تکافل کی ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے اور اسے یقینی بنانے کی ذمہ داری عام افرادِ معاشرہ سے زیادہ حاکمِ وقت پر عائد ہوتی ہے۔ مسلمان حکمران پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رعایا کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھے اور بیت المال کے نظام کو اس طرح مستحکم بنیادوں پر استوار کرے کہ ہر ایک کی کم از کم بنیادی ضرورت (جس کے بغیر حیاتِ انسانی قائم نہ رہ سکے) پوری ہو سکے۔

قرآن وحدیث کی ان ہی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور خلافت راشدہ میں اجتماعی طور پر امداد باہمی کے طریقہ کار کو رواج دیا گیا اور ریاستی سطح پر غرباء و مساکین کی کفالت کو یقینی بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے میں رعایا خوش حال تھی اور ریاست معاشرتی و معاشی بے راہ روی سے پاک تھی۔ آج کے حکمرانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی ضرورت ہے، جو عوام کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے بجائے مہنگائی، بے روزگاری اور افراطِ زر کی صورت میں ان کے لیے نت نئے مسائل پیدا کر رہے ہیں اور خود اپنے محلات میں ٹھاٹ باٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔

سچ کی گواہی

ڈاکٹر صفدر محمود

بعض سچائیاں تاریخ کی امانت ہوتی ہیں اور وقت اُن کی حقانیت پہ مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے۔ ایک عام لیڈر اور بڑے لیڈر میں کیا فرق ہوتا ہے؟ عام لیڈروں کی بصیرت وقتی اور ناپائیدار ہوتی ہے جبکہ بڑے لیڈروں کا وژن دہائیوں اور صدیوں پر محیط ہوتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طاقتور سچائی بن کر ابھرتا ہے۔ میں اپنی تاریخ کا معمولی سا طالب علم ہوں پھر بھی کبھی کبھی یہ سوچ کر حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی جیسی شخصیات ہندو غلبہ کے مضمرات کیوں نہ سمجھ سکیں؟ کانگرس کے اِس قدر قریب رہ کر بھی وہ ہندو ذہنیت، کانگرسی عزائم اور اُن کا مطمعِ نظر کیوں نہ سمجھ سکیں؟ گاندھی بظاہر کیا تھا اور اندر سے کیا تھا، ان پر یہ راز کیوں نہ کھل سکا؟ قائداعظم 1920ء تک کانگرس کے رکن رہے، وہ ہندو مسلم اتحاد کے مخلص داعی تھے اور لکھنؤ پیکٹ کے معمار، جس کے تحت جداگانہ نیابت (Separate Electorate) کا اصول طے ہوا اور مسلمان قومیت کی علیحدہ پہچان کی بنیاد رکھی گئی لیکن جب انہوں نے کانگرسی قیادت کے باطن میں جھانکا اور ہندو عزائم کو بھانپا تو وہ نہرو رپورٹ (1928) کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج سے ہمارے اور کانگرس کے راستے جدا جدا ہیں۔ جب ایک بار انہوں نے ہندوؤں کے عزائم کو خوب سمجھ لیا تو پھر عمر بھر واپس مڑ کر نہیں دیکھا۔ چنانچہ 1930ء میں انگلستان روانگی اور 1934ء میں ہندوستان واپسی کے بعد وہ بار بار مسلمانوں کو جھنجھوڑتے اور انتباہ کرتے رہے کہ کانگرس خالصتاً ہندوؤں کی جماعت ہے، وہ مسلمانوں کے حقوق کی نگرانی نہیں کر سکتی۔ ہندو قیادت باطنی طور پر تنگ نظر، متعصب اور مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے، ہندو مسلمانوں سے ہزار سالہ غلامی کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ ذات پات کے اسیر ہندو مسلمانوں کو شودر سے بھی کم درجہ دیتے ہیں۔ ان کے ظاہری اور سیاسی بیانات سے دھوکہ مت کھاؤ۔

اکتوبر 1937ء میں قائداعظم نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اسی صورتحال کی طرف اشارہ کیا کہ ''کانگرس نے مطالبہ کیا مسلم لیگ غیر مشروط طور پر اس کی اطاعت قبول کرے۔ اس عہد نامے پر دستخط کرنے کا مطلب ہے مسلمانوں کی جداگانہ ہستی کو ختم کیا جائے۔ یہ تسلیم کیا جائے کہ برِعظیم میں جو کچھ بھی ہے، وہ کانگرس ہے اور کانگرس نام ہے ہندو اکثریت کا۔ اس اکثریت کے رہنما ہیں گاندھی اور اُن کے اوپر ہے برطانیہ۔ مولانا حسرت موہانی نے تلخ سچ سے پردہ ہٹاتے ہوئے کہا ''گاندھی جی جس حکمرانی کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اوپر انگریز بیٹھا ہو اور نیچے ہندو۔ یہ چکی کے دو پاٹ ہوں گے جس کے درمیان مسلمان پستے رہیں گے''۔ حسن ریاض نے اپنی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں اس مضمون کا ذکر کیا ہے جسے گاندھی نے اپنے رسالے ینگ انڈیا میں چھاپا اور جس میں لکھا گیا کہ ہندوستان میں مسلمانوں سے نپٹنے کے تین طریقے ہیں۔ اول، چونکہ وہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں، اس لیے انہیں زبردستی ہندو دھرم میں واپس لایا جائے۔ دوم، اگر وہ مذہب کی تبدیلی پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں ہندوستان چھوڑنے کے لیے کہا جائے۔ اگر یہ طریقہ بھی کارگر نہ ہو تو انہیں اٹھا کر بحیرہ ہند میں پھینک دیا جائے''۔

حیرت ہے کہ اس نفرت کے اظہار کے باوجود کانگرسی مسلمان ہندوؤں کے عزائم نہ سمجھ سکے اور قائداعظم و مسلم لیگ کی مخالفت کرتے رہے۔ مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ کچھ حضرات وقتاً فوقتاً مولانا ابوالکلام آزادؒ کی پاکستان کے حوالے سے پیش گوئی کو اچھالتے رہتے ہیں، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان 25 برس بعد ٹوٹ جائے گا اور مشرقی پاکستان الگ ہو جائے گا۔ میں نے ابوالکلام کی کتاب ''انڈیا ونز فریڈم'' پڑھی ہے اور وہ صفحات بھی پڑھے ہیں جو اُن کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے لیکن مجھے کہیں بھی ایسی پیش گوئی نظر نہیں آئی۔ طالب علمانہ سوال یہ ہے کہ مولانا پاکستان کے مستقبل بارے تو پیش گوئی کر گئے لیکن انہیں ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل کیوں نظر نہ آیا؟ اُن کی بصیرت نے دسمبر 2019 میں پاس ہونے والے قانون کو کیوں نہ بھانپا جسے ہندوستان کی لوک سبھا نے بہت بڑی اکثریت سے پاس کیا ہے اور جس کے تحت مسلمانوں کو شہریت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ امریکی مذہبی کمیشن کے مطابق اس بل نے ہندوستان میں کروڑوں مسلمانوں کو شہریت سے محروم کر دیا ہے جو ابھی رجسٹریشن برائے شہریت کے مراحل سے گزر رہے تھے۔ ذرا آر ایس ایس اور بی جے پی لیڈروں کی تقریریں سن لیں تو ان کے مسلمانوں کے بارے خیالات سن کر آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ دوسری طرف مودی حکومت نے جس طرح مسلمانانِ کشمیر پر شب خون مارا ہے اس کے خلاف اگست سے احتجاج جاری ہے۔ پے در پے ان اقدامات نے بھارتی سیکولر ازم کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ یقین رکھو اگر خدانخواستہ ہندوستان تقسیم نہ ہوتا تو مودی جیسی بھارتی حکومتوں نے اکثریت کی طاقت کے نشے میں ملک بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں سے ایسا ہی سلوک کرنا تھا جیسا کشمیر کے اکثریتی مسلمانوں سے ہو رہا ہے۔ یہ حقیقت پاکستان کے اُن سیکولر حضرات کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ہے جو وقتاً فوقتاً قیامِ پاکستان کے حوالے سے نوجوان نسلوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اور ان سیاسی لیڈروں کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ہے جنہیں پاکستان کی مخالفت ورثے میں ملی ہے۔

کچھ سچائیاں تاریخ کی امانت ہوتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کا اجالا پھیلتا چلا جاتا ہے۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ قائداعظم کا وژن مسلمانوں کے مستقبل کا سچا امین تھا اور کانگریسی سیکولر ازم محض فریب تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ بھارتی قیادت کا خبثِ باطن اور عزائم آشکار ہوتے چلے جائیں گے اور عالمی تاریخ قائداعظم کو برصغیر کا سب سے بڑا لیڈر، عظیم ترین قائد قرار دے گی۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ قائداعظم حصولِ پاکستان کو کیوں زندگی و موت کا مسئلہ قرار دیتے تھے۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

میں تجوید میں کیوں کمزور ہوں؟

حافظ محمد نعمان (استاد قرآن اکیڈمی کورنگی، کراچی)

معزز قارئین ہمارا آج کا المیہ یہ ہے کہ ہم قرآنِ حکیم سے کافی دور ہیں۔ بلکہ اب تو حال یہ ہوگیا ہے کہ قرآنِ حکیم کو سمجھنا تو درکنار ہم اس کو پڑھنے کے لیے بھی امادہ نہیں ہوتے۔ اس کی ایک وجہ معاشی جکڑ بندیاں اور ہمارا بگڑتا ہوا معاشرہ ہے جبکہ دوسری اور بہت زیادہ متاثر کرنے والی وجہ سوشل میڈیا کا بے حد استعمال ہے جس کی وجہ سے ہمارے اوقات تیزی سے ضائع ہو رہے ہیں۔

ہمیں اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے کے لیے اپنی ترجیحات متعین کرنی ہوں گی۔ جس کے لیے ہمیں اہم کاموں کی لسٹ تیار کرنی ہوگی پھر اس کی درجہ بندی کر کے اپنے روزانہ معمولات طے کرنے ہوں گے تب جا کر ہم دین اسلام کے لیے اپنے اوقات فارغ کر سکیں گے۔

معزز قارئین نوٹ کریں کہ ہم اس کام کو انجام دینے میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی اہمیت ہمارے ذہنوں میں پیوست ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم مال کمانے کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم کی عظمت اس کی فضیلت اور اہمیت ہمارے اذہان میں رچ بس جائے پھر کہیں جا کر ہم قرآنِ حکیم کو سیکھنے اور سیکھانے کے لیے وقت فارغ کر سکیں گے۔ چونکہ قرآنِ حکیم عربی زبان میں ہے اس لیے اس کو سیکھنا پڑے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ: ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) ”تمہیں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سیکھائیں۔“ (صحیح بخاری)

تو آیئے اس کی اہمیت پر چند نکات سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

دیکھئے دنیا کی ہر زبان اپنی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی رکھتی ہے کہ اس کا طرزِ ادا، لہجہ اور بیان دوسری زبانوں سے مختلف ہوتا ہے اور یہی لہجہ اس زبان کی شیرینی، چاشنی اور اس کی لطافت کا پتہ دیتا ہے۔

جب تک لہجہ و انداز باقی رہتا ہے زبان دلچسپ اور شیریں معلوم ہوتی ہے، اور جب وہ لہجۂ ادا بدل جاتا ہے تو زبان کا حسب ختم ہو جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ کسی زبان کو سیکھتے وقت اور اس میں تکلم کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کے الفاظ اس شان سے ادا ہوں جس انداز سے اہل زبان ادا کرتے ہیں اور اس میں حتی الامکان وہ لہجہ باقی رکھا جائے جو اہل زبان کا لہجہ ہے۔ بغیر تجوید، زبان تو وہی رہے گی لیکن اہل زبان اسے زبان کی بربادی ہی کہیں گے۔

اردو زبان میں بے شمار الفاظ ہیں جن میں ”ت“ اور ”د“ آتے ہیں اور انگریزی زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے۔ انگریزی بولنے والا جب اردو کے ایسے لفظ کو استعمال کرتا ہے تو تم کے بجائے ٹم اور دین کے بجائے ڈین کہتا ہے جو کسی طرح بھی اردو کہے جانے کے لائق نہیں ہے۔

یہی حال عربی زبان کا بھی ہے کہ اس میں بھی الفاظ و حروف کے علاوہ تلفظ و ادا کو بھی بے حد دخل ہے اور زبان کی لطافت کا زیادہ حصہ اسی ایک بات سے وابستہ ہے اس کے سیکھنے والے کا فرض ہے کہ ان تمام آداب پر نظر رکھے جو اہل زبان نے اپنی زبان کے لیے مقرر کئے ہیں اور ان کے بغیر تکلم کر کے وہ دوسرے کی زبان کو برباد نہ کرے۔

قرآن حکیم وہ مقدس کتاب ہے جس کی تلاوت عظیم اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اس کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہی نہیں یہ تو اپنے پڑھنے والے کے لیے قیامت کے دن سفارشی بن کر آئے گا۔ اس کی تلاوت کا بھرپور اجر و ثواب اس امر پر موقوف ہے کہ تلاوت پورے قواعد و ضوابط اور اصول و آداب کے ساتھ کی جائے۔

قرآن حکیم کی تلاوت کا صحیح طریقہ جاننا اور سیکھنا علمِ تجوید کہلاتا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمِ تجوید کے بنیادی قواعد سے آگاہی حاصل کر کے اس کے مطابق تلاوت کرے۔

﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝﴾ (الفرقان:32) ”ہم نے اس کو ترتیل کے ساتھ (خوب ٹھہر ٹھہر کر) پڑھا ہے“۔ اور اپنے نبی ﷺ کو بھی یہی حکم دیا: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ”قرآن کو ترتیل کے ساتھ، پڑھیے۔“ (المزمل:4)

﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل:106) ”اور قرآنِ کریم ہم نے صاف صاف اور واضح انداز میں ترتیل کے ساتھ اُتارا تا کہ آپؐ اسے لوگوں کے سامنے ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنائیں۔“

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ:121)

”ہم نے جنہیں کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسے تلاوت کا حق ہے، وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کا انکار کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔“

حضرت علی نے ترتیل کے معنی یوں بیان کیے ہیں: ((هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ)) ”حروف کو ان کے مخارج سے جملہ صفات کے ساتھ ادا کرنا اور وقفوں کی پہچان حاصل کرنا۔“ (الاتقان:1/258) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((جَوِّدُوا الْقُرْآنَ)) ”قرآن مجید کو تجوید سے پڑھو۔“ (الاتقان:1/132)

تلاوتِ قرآن حکیم کے حوالے سے چند ارشاداتِ نبویؐ:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

(سنن أبی داود)

”جو خوبصورتی سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“

((اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّ أَنْ يُّقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ)) (کنز العمال)

بے شک اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ قرآن کریم جس طرح اُترا ہے اُسی طرح پڑھا جائے۔

((اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ أَصْوَاتِهَا))
(شعب الإیمان للبیہقی)

”قرآنِ مجید کو عربوں کے لب و لہجہ (مخارج و صفات) کے مطابق پڑھو۔“

((حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِأَصْوَاتِکُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا (سنن الدارمی)

''قرآنِ حکیم کو اچھی آواز سے پڑھو کیونکہ خوبصورت آواز سے قرآنِ حکیم کے حُسن میں اضافہ ہوتا ہے۔''

((اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَہٗ أَجْرَانِ)) (صحیح مسلم)

قرآنِ کریم کا ماہر نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن تو پڑھتا ہے لیکن اس کی زبان اس میں اٹکتی ہے جس پر اسے تکلیف بھی ہوتی ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔ تجوید کا علم چار امور پر موقوف ہے۔

1۔مخارج، 2۔صفات، 3۔حروف کی ترکیب کی وجہ سے تبدیل ہونے والے تجوید کے احکام کا علم، 4۔مشق، ریاضت، مذاکرہ و تکرار۔

روزانہ کی بنیاد پر آدھا گھنٹہ تجوید سیکھنے کے لیے نکالا جائے تو کافی حد تک بہتری آسکتی ہے۔ اگر ہم قرآن حکیم کی تلاوت تجوید کے مطابق نہیں کریں گے تو بہت بڑی محرومی ہے۔ تلاوت کرتے وقت درج بالا خوبیوں کو اپنایا جائے اور دو طرح کی خامیوں کو ترک کیا جائے تو تلاوت میں حسن پیدا ہوگا۔

پہلی خامی: جو بہت بڑی خامی ہے وہ ہے لحنِ جلی (یعنی بڑی غلطی) پھر اس لحنِ جلی کی بھی چار اقسام ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اگر ان سے نہ بچا جائے تو ایسی غلطیاں حرام کے زمرے میں آتی ہیں۔

پہلی قسم: کسی حرف کو تبدیل کر دیا جائے جیسے ایک لفظ ہے قَلْبٌ جس کے معنی ہیں ''دل'' جبکہ اگر اس قاف کو باریک پڑھا جائے تو چھوٹی کاف بن جائے گی جس کے معنی ہیں ''کُتا''۔ دیکھیے صرف ایک حرف کو پُر پڑھنے کی بجائے باریک پڑھ دیا تو معنوں میں کتنی تبدیلی واقع ہوگئی۔

دوسری قسم: حرف کا اضافہ کر دیا جائے جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بے شک تمام انسان واقعی خسارے میں ہیں اس آیت میں لَفِی کے لفظ میں اگر لام کو کھینچ کر پڑھ دیا جائے تو حرف کا اضافہ ہوگا اور معنی میں تبدیلی واقع ہو گی۔ لَفِیْ خُسْرٍ کے معنی ہیں واقعی خسارے میں ہیں اور اگر لَا فِیْ خُسْرٍ پڑھ دیا تو معنی ہوں گے خسارے میں نہیں ہیں۔

تیسری قسم: حرف کو کم کر دینا جیسے لَا اَعْبُدُ کے معنی ہیں میں عبادت نہیں کرتا جبکہ اگر لام کو کھینچے بغیر پڑھا جائے گا تو لَاَعْبُدُ ہو جائے گا جس کے معنی ہیں میں لازماً عبادت کرتا ہوں۔

چوتھی قسم: حرکات و سکنات میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کر دینا۔ جیسے سورۃ القمر 10: میں ارشاد ہوا: ''فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ'' تب انہوں (نوح علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ: میں بے بس ہو چکا ہوں، اب آپ ہی بدلہ لیجیے۔ اس آیت میں رَبَّہٗٓ کے لفظ میں ''ب'' پر زبر ہے اگر زبر کی جگہ پیش پڑھ دیا جائے تو معنی بالکل اُلٹ ہو جائیں گے۔ اب معنی ہوں گے کہ تب (نوح علیہ السلام) کے پروردگار نے پکارا کہ......

تو دیکھئے ہماری تھوڑی سے بے احتیاطی اور کمزوری کی وجہ سے ہم کتنی بڑی بڑی غلطیاں کر رہے ہوتے ہیں۔

دوسری خامی: ہے لحنِ خفی (یعنی چھوٹی غلطی)۔ یہ ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جو عام عوام کی پکڑ میں نہیں آتی ایسی غلطیاں ماہرین یا تجوید کا بنیادی علم رکھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ جیسے صفات عارضہ یا ادغام، قلقلہ، غنہ، اخفاء کی غلطیاں کرنا۔ اس طرح کی غلطی کرنا مکروہ ہے۔

اللہ کے رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا اسی طرح پڑھا جائے۔ (کنز العمال)

اللہ سے دعا کریں کہ:

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نَّتْلُوَالْقُرْاٰنَ کَمَا حَقَّہٗ ......اے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن کی تلاوت اس طرح سے کریں جیسا اس کا حق ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نَّتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنَ ...... اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں،

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نُّزَیِّنَ الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِنَا...... اے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کریں۔ (آمین)

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(28 نومبر تا 11 دسمبر 2019ء)

جمعرات (28 رنومبر) کو صبح 09:00 بجے قرآن اکیڈمی میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی جو تقریباً 12:00 بجے تک جاری رہا۔

پیر (02 ردسمبر) کو قرآن اکیڈمی میں صبح 09:00 بجے تا 12:30 بجے تک جاری رہنے والے مرکزی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس میں شرکت رہی۔

☆ جمعرات (05 ردسمبر) کو صبح 09:00 بجے قرآن اکیڈمی میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی جو قریباً 12:00 بجے تک جاری رہا۔

جمعہ (06 ردسمبر) کو بعد نمازِ جمعہ قرآن اکیڈمی میں پشاور شہر کے امیر مجاہد نسیم سے ملاقات رہی۔ اس دوران مرکزی ناظم تعلیم و تربیت خورشید انجم بھی موجود تھے۔

منگل (10 ردسمبر) کو قرآن اکیڈمی میں صبح 09:00 بجے تا 11:30 بجے تک جاری رہنے والے مرکزی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس میں شرکت رہی۔ اس کے بعد 12:00 بجے رفیق تنظیم اسماعیل طاہر سے ملاقات رہی۔ اس دوران ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور امیر حلقہ لاہور غربی سید عطاء الرحمٰن عارف بھی موجود تھے۔

ریاستِ مدینہ میں نظامِ کفالت

پروفیسر عبدالعظیم جانباز

اِسلام ہمیشہ سے ایک فلاحی، باہمی تعاون اور امن و سلامتی پر قائم معاشرے اور ریاست کی تعمیر و تشکیل کا خواہاں رہا ہے۔ وہ ایک ایسے معاشرے کا متمنی ہے، جس میں ہر شخص کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہو رہی ہو اور افرادِ معاشرہ امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے اس نے فلاح و بہبود کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے افرادِ معاشرہ کو ایک دوسرے کی کفالت کا ذمہ دار بنایا اور اُنہیں اِس کی ترغیب دینے کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔ اولاد اگر چھوٹی ہے تو اُس کے نان و نفقہ اور دیگر اخراجات والدین پر ہیں، والدین کے بوڑھے و ناتواں ہو جانے کے بعد یہی ذمہ داری اولاد کو منتقل ہو جاتی ہے۔

بیوی کی تمام تر معاشی ضرورتوں کے لیے حسبِ توفیق شوہر کو ذمہ دار قرار دے دیا گیا اور یتیم بچے کی کفالت کی ذمہ داری قریبی رشتہ داروں اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں دیگر افرادِ معاشرہ پر ڈال دی گئی۔ یہ تو انفرادی سطح پر کفالت کا تصور ہے، اِسے ''کفالتِ خاصہ'' کہتے ہیں۔

لیکن اگر اجتماعی طور پر افرادِ معاشرہ کو کفالت کی ضرورت پیش آتی ہے تو پھر بیت المال اور حکومتِ وقت پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی سطح پر ''کفالتِ عامہ'' کا انتظام کرے اور اِس اہم فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے لیے لوگوں سے زکوٰۃ، خیرات اور دیگر عطیات کی صورت میں رقم جمع کرے، (کفالتِ عامہ ہی کو تکافلِ اجتماعی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے) کفالتِ عامہ کی ضرورت عام طور پر اُس وقت پیش آتی ہے، جب خدانخواستہ ملک کو قدرتی آفات کا سامنا ہو یا کوئی بڑا حادثہ رونما ہو اور کسی ایک فرد یا چند افراد کے لیے ضرورت مندوں کی کفالت مشکل ہو جائے۔

ہمارے ملک میں اس کی مثال 2005ء کا زلزلہ اور گزشتہ تین سالوں سے مسلسل آنے والا سیلاب ہے، جن میں لاکھوں خاندان بے گھر ہو گئے اور کئی علاقے تباہ و برباد ہو گئے۔ لہٰذا اجتماعی سطح پر اُن کی بحالی کے لیے اقدامات اُٹھائے گئے۔ لوگوں کی دوبارہ آبادکاری کے لیے مختلف منصوبے بنائے گئے اور اُنہیں عملی جامہ پہنانے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر کام کیا گیا۔

جنابِ سرورِ دو عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد مسجد کی تعمیر کے فوراً بعد ہی ''اُخوت و بھائی چارگی'' قائم فرما کر اِسی کفالت کے تصور کو واضح کیا۔ اِس اُخوت کے تحت مہاجرین صحابہ کرام ؓ کے مالی و اخلاقی تعاون کی ذمہ داری انصار صحابہ کرام ؓ کو سونپ دی گئی۔ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ منورہ ایک فلاحی ریاست کے طور پر اُبھرا۔ جس کے فیوض و برکات سے ہر کوئی مستفیض ہوا۔ زمانہ رسالت مآب ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے انہی بنیادوں پر کفالتِ عامہ کو ترقی دی، خصوصاً حضرت عمر فاروق ؓ پر اسی تربیت کے اثرات تھے کہ آپ ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں نہ صرف اپنے دائرہ حکومت میں رہنے والے انسانوں، بلکہ جانوروں تک کی کفالت کی ذمہ داری لی۔ جس کا کھلا ثبوت آپ ؓ کا مشہور قول ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: ''دریائے دجلہ کے کنارے اگر ایک کتا بھی مر گیا تو اس سے متعلق عمرؓ سے پوچھ ہوگی۔''

یہاں تک کہ آپ نے ایک مرتبہ قحط سالی کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ یہ قحط ختم نہ کرتا، تو میں ہر صاحبِ حیثیت مسلمان گھرانے میں اتنے ہی غرباء داخل کر دیتا، یعنی ہر گھرانے کو اُن کے افراد کے برابر غریب و مسکین مسلمانوں کی کفالت کا ذمہ دار بنا دیتا۔ اِسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''اگر زندگی سلامت رہی تو میں ایسا انتظام قائم کر کے جاؤں گا کہ عراق کی کوئی بیوہ عورت کسی دوسرے کی محتاج نہ رہے گی''۔ اس فرمان کے چار دن بعد آپ ؓ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے کفالت کے تصور کو اپنے دورِ خلافت میں بہت عام کیا، غرباء و مساکین کی کفالت کے لیے بیت المال کے نظام کو از سرِ نو ترتیب دیا، وفاقی دار الحکومت مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر ریاستوں میں بیت المال کی عمارتیں تعمیر کرائیں، بیت المال کی آمدن خرچ کا باقاعدہ حساب و کتاب مرتب کیا، نظم و ضبط کے لیے انتہائی محنتی اور اچھے کردار و شہرت کے حامل افراد کو منتظم بنایا، حضرت عبداللہ بن ارقم ؓ مدینہ منورہ کے بیت المال کے افسر تھے، جب کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور خالد بن حرث ؓ کو بطورِ افسر مقرر کیا گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المال میں آنے والی رقم کو انتہائی احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے ہوئے حقیقی مستحقین تک پہنچایا۔

اِسلام نے کفالتِ عامہ کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف طریقوں سے صاحبِ ثروت لوگوں پر معاشرے کے نادار، مسکین اور لاوارث افراد کی کفالت کی ذمہ داری لگائی۔ قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی کفالت اور ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے افرادِ معاشرہ پر لگائی ہے۔ مسئلے کی وضاحت کے لیے چند آیاتِ کریمہ ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

ترجمہ: ''ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے (دنیاوی روزی میں) بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے کہ انجام کار ایک، دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے۔'' (الزخرف: 32)

درج بالا آیتِ کریمہ میں خدمت لینے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ضرورت مند اور غریب لوگ صاحبِ حیثیت سے اپنا حصہ لیں۔ ترجمہ: ''اور ان لوگوں کے مالوں میں مقرر حق ہے، سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا۔''

(المعارج: 24،25)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں ''حق'' سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے، جب کہ ''سائل'' سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنی ضرورت کا اظہار کر کے لوگوں سے مانگتا ہو اور ''محروم'' سے مراد وہ شخص ہے، جو ضرورت مند ہونے کے باوجود لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا جب کہ مالدار شخص اُسے سوال نہ کرنے کی وجہ سے خوش حال سمجھ رہا ہوتا ہے۔ غرض اِن آیاتِ کریمہ میں زکوٰۃ کے ذریعے مستحق و محرومین کی امداد کا حکم دیا جا رہا ہے، جو کفالت ہی کی ایک صورت ہے۔ اِس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس دو افراد کا کھانا ہے، تو وہ تین کو کفایت کرے گا اور جس کے پاس چار افراد کا کھانا ہے تو وہ پانچ یا چھ کو کفایت کرے گا۔''

(باقی صفحہ 13 پر)

The Short Road: Democracy to Fascism

By I.A. Haq

Fascism is a political ideology fundamentally authoritarian in character, with a strong nationalism and an essentially belligerent militaristic outlook. Fascism carries primarily a corporate perspective, directed to satisfying the needs, values and objectives of finance and corporations, organizing both the economy and the political system according to this agenda.

A fascist government actively suppresses any objection to its ideology and typically will crush any movement which opposes it. In keeping with their belligerent nature, fascist governments generally view violence and war as stimulants to national spirit and vitality.

Being politically Right-Wing, they maintain their position through firm control or compliance of the media, and most often engage in a vast array of lies and deception. These governments tend to be bigoted and racist, invariably require "enemies" to achieve public solidarity, and are often supremacist or at least 'exceptional' in their self-assessment. They either believe, or pretend to believe, that they have a license on truth. Large military budgets, the creation and demonization of fictitious enemies to propagate fear and maintain population control, are all typical characteristics of a fascist regime, as is massive public surveillance.

A superficial peek on today's world makes three countries stand out as fascist states, fulfilling all the criteria described above. These are Israel, USA and India. Certainly Israel, USA and India all have the most strident nationalism of all nations today, with the hysteria of patriotism and flag-worship unabated and even increasing, with the delusional theory of Exceptionalism as virulent as ever – be it Jewish, Hindu or American/White Supremacist in nature.

In terms of enemies being needed for solidarity and to maintain "a unifying cause", Israel, USA and India are the outstanding world leaders, creating real and fictitious enemies not only for themselves, but doing a rather good job in creating animosities throughout the world. In fact, a signature feature of these fascist states is the worldwide propagation of regional unrest, as we see in Asia and the Middle East today, and with interference in countries like the Arab States, Russia, China, Pakistan and dozens of other countries. Creating political chaos and large military risks is a common fascist trait, which is partly why military supremacy is necessary, with all three countries mentioned above attempting to partition the world into ideological factions, often in preparation for war.

A fundamental practice of a fascist regime is demonization of 'the others', outsiders who are the enemy. Take the examples of the Kashmiri Muslims in the case of India; the Palestinian Muslims in the case of Israel and the non-White American immigrants in the case of USA. For the people, these (usually imaginary) enemies provide not only an essential cornerstone of the fascist state but an essential adhesive for their fabricated national identity. Being thus united against a

common other, fascism becomes deeply racist by definition and in practice. This demonization of selected enemies is so intense that pacifism or a lack of belligerence equate to treason, due to sympathizing with the enemy or, in today's lexicon, "giving aid and comfort to the enemy". In the world of fascism, disagreement is treason.

No reasonable person can claim today that USA, Israel and India have any concern for human rights, certainly not any outside their own state and for their own ideologically-aligned peoples', even those living within their borders. They have by far the worst record of human rights violations during the past several decades, far outstripping anything attributed to people like Stalin or Hitler, or even the Japanese.

To people of these countries, who are deprived of a clear national identity, fascism creates one by stoking the fires of a false nationalism though propagandizing the pathologically false conviction that "the world's greatest privilege is to be born or to live in this country", that every citizen "belongs to the best people in the world", all of whom are, by definition, "good".

In a nutshell, a fascist government, with its instinctive hatred of socialism, propagates "fascist socialism" which nurtures and feeds corporations. What we might call "corporate socialism", which is what exists today in USA, India and Israel, is a fairly precise definition of fascism.

Note: The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے مدیر شعبہ مطبوعات حافظ خالد محمود خضر کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، بٹ خیلہ کے ملتزم رفیق شاہ روم کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0345-9787327

☆ ملتان کینٹ کے رفیق نعمان حسین شیخ کی والدہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0304-6518210

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، غازی پور کے رفیق کریم بخش کھاکھی کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0300-5414026

☆ ملتان شہر کے سینئر رفیق عبدالقدیر قریشی کی بیٹی وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0300-6356466

☆ ملتان کینٹ کے رفیق پیر عبدالصمد کا بھانجا وفات پاگیا۔

برائے تعزیت: 0300-8731016

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے رفیق راؤ محمد عاقل کے ماموں وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0300-7728699

☆ شعبہ سمع وبصر لاہور کے کارکن احمد علی محمودی کے برادر نسبتی محمد عبداللہ وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0305-8280905

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore